U101971. 8-12-09.

Title - CHARAAGH-E-SUKHAN; RISALA UROOZ-O-QAWAFI

Creator - Mirza Wajid Hussain Yaas Azeemabadi

Publisher - Matba Gulshan Ibraheemi (Lucknow).

Date - 1915

Pages - 96+4

Subjects - Urdu Shayari - Tanqeed; Ilmul Urooz-o-~~tiaa~~ Qawafi.

جناب یاسؔ ہیں اور انتظامِ چراغِ سخن
ہوائے تند کے جھونکے ہیں اور چراغِ سخن

چراغِ سخن

سنہ ۱۴ ۱۹ء

رسالۂ عروض و قوافی

مؤلفہٗ

یادگار آتشؔ و میرؔ جناب مرزا واجد حسین صاحب یاسؔ عظیم آبادی مصنّف
"نشترِ یاسؔ" ساکن حال لکھنؤ جھوائی ٹولہ

حسب فرمایش

جناب مرزا محمد رضی صاحب لکھنوی

مطبع گلشن ابراہیمی امین آباد لکھنؤ میں چھپا

بماہ مارچ سنہ ۱۹۱۵ء

قیمت ۸/ مرزا محمد رضی صاحب لکھنؤ جھوائی ٹولہ سے طلب فرمائیے

(کتبہ مرزا امتیاز حسین ...)



یادگار آتش و میر
مرزا واجد حسین یاس لکھنؤ جھوائي ٹولہ

شعر و سخن

شاعری پر بہت کچھ بحثین ہو چکی ہین اور ہوتی رہینگی مگر کوئی ایسا معیار قائم نہو سکا جسے سب تسلیم کرلین اور نہ ایسا کبھی ہو سکے گا۔ کیونکہ طبائع مختلف ہین دنیا مین دو شخص بھی ایسے نہین مل سکتے جو فن شاعری کے تمام اصول و فروع اور اسکے تمام حسن و قبح کے متعلق متحد الخیال ہون۔

میر تقی یا خواجہ آتش یا اور کسی استاد کا دیوان اٹھا لیجئے اور دو شاعرون کے سامنے انتخاب کے لیے رکھدیجئے ممکن نہین کہ ایک نے جو اشعار منتخب کیے ہون دوسرے کے نزدیک بھی وہ اشعار قابل انتخاب ہون اگر وجہ انتخاب دریافت کیجائے اور رد و قدح بھی ہو تو بھی کوئی امر مسلم نہین ہو سکتا آخری فیصلہ یہی ہوگا کہ اپنی اپنی پسند۔

اسکی وجہ یہ ہے کہ شاعری محض وجدانی اور ذوقی چیز ہے۔ ہر شخص اپنے ہی مذاق کو صحیح تصور کرتا ہی۔ دل و دماغ پر زور ڈال کر شعر کہتا ہے اور اسکے مزے خود ہی اٹھاتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اور لوگ بھی اسی کے مذاق کے موافق اسکے اشعار سے مزے اٹھائین

شاعر کو اپنے شعر سے قریب قریب وہی محبت ہوتی ہے جیسی کسیکو اپنی اولاد سے۔ شعرا نے شعر کو مجازاً اولاد سے جو تعبیر کیا ہے فی الحقیقت صحیح ہے کیونکہ فکر شعر مین جسقدر خون جگر کھپانا پڑتا ہے وہ ظاہر ہے۔ لہذا شاعر کو اپنے شعر سے جسقدر بھی محبت ہو کم ہے اور اپنے مذاق صحیح پر جسقدر بھی بھروسا ہو وہ قابل اعتراض نہین کیونکہ شاعر اپنے مذاق کو مہمل اور اپنی فکر کو بے سود سمجھ لے تو پھر اس سعی لا حاصل کیطرف کیون توجہ کرے۔ مگر اسکا کیا علاج کہ شاعر اپنے جس شعر کو بہتر سے بہتر سمجھتا ہے دوسرون کو وہ شعر پھوٹی آنکھون نہین بھاتا۔

انسان مین اختلاف مذاق فقط شاعری ہی کے متعلق نہین پایا جاتا بلکہ اور حواس خمسہ پر بھی اسکا اثر پڑتا ہے مثلاً کوئی چنبیلی کی خوشبو پہ عاشق ہی۔ کوئی کامنی پہ

غش ہے۔ کوئی گلاب کی خوشبو سے مست ہو جاتا ہے کیسکو اسکی خوشبو ایسی تیز اور ناگوار معلوم ہوتی ہے کہ تڑاخ تڑاخ چھینکین آنا شروع ہوتی ہین ناک مین دم ہو جاتا ہی۔ کیسکو مشک سے گیسوے یار کی خوشبو آتی ہے اور کیسکو چھچھوندر کی سی بو آتی ہے۔ کوئی تو دال مین زعفران ڈالتا ہے۔ کوئی ہینگ سے بگھارتا ہے۔ تانہ شاہ کا یہ دماغ تھا کہ گدّون کی ایک قطار سامنے سے گزری اور اُنکے میلے کپڑون کی کھراند دماغ تک پہونچا تھی کہ ہلاک ہو گیا مگر وہ کون سے دماغ تھے جو انھین کپڑون کی کھراند سے بسے رہتے تھے۔

طبیعتون مین جب اسقدر اختلاف واقع ہوا ہے تو وجدان و ذوق کا کوئی ایک معیار قائم نہین ہو سکتا لہذا شاعری کے متعلق چند اہل الراے کے مقولے نقل کیے جاتے ہین تاکہ نفس شعر کا اندازہ کیا جا سکے۔

فخر قوم جناب حامد علیخان صاحب بیرسٹر ایٹ لا فرماتے ہین کہ "مضمون شعر بمنزلہ خوبصورت زندہ جسم کے ہے۔ اور الفاظ بمنزلہ لباس کے ہین۔ اگر مضمون اچھا نہین ہے تو محض الفاظ سے شعر مین لطف پیدا نہو گا۔ جب حُسن ذاتی ہی نہین تو فقط لباس سے کیا حُسن پیدا ہو سکتا ہے۔ الفاظ کیسے ہی اچھے ہون مضمون کو اچھا نہین بنا سکتے"

یہ راے ایک حد تک صحیح ہے مگر بالکل صحیح نہین ہے کیونکہ الفاظ کو وہ قدرتین وہ کرشمے وہ اعجاز حاصل ہین کہ پست سے پست مضمون کو بھی اعلیٰ مرتبہ پر پہونچا دیتے ہین مثلاً میر انیس صاحب اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہین ؎

مشکیزہ تھا کہ شیر کے منھ مین شکار تھا

یہ اُسوقت کی حالت ہی جب حضرت عباس علیہ السلام کے دونون ہاتھ قلم ہو چکے تھے اور مشکیزہ کو جناب نے دانتون سے پکڑ لیا تھا اور نہایت غیظ وغضب کی حالت مین فوج شام کو تک رہے تھے۔ غور سے ملاحظہ کیجیے تو اُسوقت حضرت عباسؑ کی یہ ہیئت دشمنون کی نگاہ مین نہایت ہی مضحکہ خیز تھی مگر شاعر نے حفظ مراتب کو ملحوظ خاطر رکھکر ایسے الفاظ سے کام لیا ہے کہ حضرت کی یہ افسوسناک حالت بھی رعب و دبدبہ سے بدل گئی۔ مفہوم ایسا ہے کہ بیان کرتے ہوے شاعر کی زبان لال ہوتی ہے مگر واہ رے الفاظ کی معجز نمائی کہ ایسے پست مفہوم کو اتنا بلند کر دکھایا۔

امام حسینؑ جسوقت صحراے کربلا مین وارد ہوے ہین اور قافلہ ٹھہرا ہے تو حضرت

جلتی ہوئی دھوپ مین ایک کرسی منگا کر بیٹھ گئے۔ اس بے سروسامانی کی تصویر کن شاندار لفظون مین کھینچی ہے ملاحظہ ہو ؎

کرسی منگا کے بیٹھ گئے ایک طرف امام
پرتوفگن تھا نور رسالت مآب کا — سر پر لگا تھا چتر زری آفتاب کا

اگر آفتاب کو چتر زری سے استعارہ نہ کرتے اور یون کہدیتے کہ دھوپ مین کرسی پر بیٹھے تھے تو امام کی کسرشان کا باعث تھا۔ مگر الفاظ نے حالت بے سروسامانی پرشان و شکوہ کا رنگ چڑھا دیا۔ واہ رے انیس واہ۔ ان معجز نمائیون کو الفاظ کی خوبی سمجھئے یا قوت متخیلہ کی۔ مگر ڈوبکر دیکھئے تو یہ معجز نمائیان درصل قوت متخیلہ کے کرشمے ہین۔ قوت متخیلہ جہان خیالات مین باریکیان پیدا کرتی ہے وہان الفاظ بھی ایسے الہامی اور اچھوتے ڈھونڈھ لاتی ہے کہ انسان حیران رہجاتا ہے اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ قوت متخیلہ کا تصرف جسقدر خیالات پر ہوتا ہے وا یسا ہی الفاظ پر بھی ہوتا ہے۔

حسن الفاظ کے متعلق کسی محقق کا قول ہی کہ . . .

"لفظ بمنزلہ قالب کے ہو اور معنی اُسکی رُوح ہے۔ دونون مین رُوح و قالب کے ایسا ارتباط ہے کہ وہ کمزور ہوگا تو یہ بھی مضمحل ہوگی معنی مین اگر خوبی ہوا ور لفظ مین نقص ہو تو بھی شعر کیلیے عیب ہی جسطرح لنگڑے لُنجے مین رُوح ہوتی ہے لیکن بدن مین عیب ہوتا ہے۔ اسیطرح اگر لفظ اچھے ہون اور معنی بُرے ہون تو بھی شعر اچھا نہوگا۔ معنی کی خرابی الفاظ پر اور الفاظ کی خرابی معنی پر اثر ڈالتی ہے جسطرح مُردے کا جسم کہ بادی النظر مین ہاتھ پانون آنکھ ناک سب سلامت ہین مگر ٹٹولو تو کچھ بھی نہین یا تصویر کلی کہ سارا مجسّمہ بلکہ خط و خال تک موجود ہے مگر رُوح نہین۔ اسی طرح مضمون اچھا ہوا ور الفاظ بُرے ہون تو بھی کوئی حاصل نہین کیونکہ رُوح بغیر جسم کے نہین پائی جاتی"

یہان پر اہل فن کے دو گروہ ہوگئے ہین ایک لفظ کو ترجیح دیتا ہے تمام تر کوشش آرائش الفاظ پر صرف کیجاتی ہین اور بعض لوگ مضمون کو ترجیح دیتے ہین محاسن الفاظ کی پروا نہین کرتے۔

لیکن زیادہ تر اہل فن کا مذہب یہی ہے کہ حُسن الفاظ کو حُسن معنی پر ترجیح دیجائے اس گروہ کا قول ہے کہ "مضمون تو سب پیدا کرسکتے ہین لیکن شاعری کا معیار کمال

یہی ہے کہ مضمون کن الفاظ مین ادا کیا گیا ہے بندش اور انداز بیان کیسا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جذبات یا تخیلات کا تلاطم تو انسان کے دل و دماغ مین اتنا ہوتا ہی کہ دیوانہ بنا دیتا ہے۔ انسان آپ سے باہر ہو جاتا ہے۔ مگر تمام جذبات و تخیلات کو عالم شہود مین لانا اپنے قابو کی بات نہین ہے۔ لاکھون جذبات کرورون تخیلات جنکے لیے الفاظ نہین ملتے جنکا اثر دل و دماغ کو محسوس ہوتا ہے مگر زبان تک نہین آ سکتے اور جنکے بیان کی گنجایش ہی نہین وہ فقط کیفیت یا حال سے موسوم کیے جاتے ہین قال مین نہین آ سکتے۔ پس شعر وہی ہے جو جذبات یا تخیلات کو الفاظ کا جامہ پہنا سکے اور اگر جامہ الفاظ ہی قطع نہو سکا یا قطع ہوا مگر درست نہوا تو وہ شعر نہین ہے۔ اسی بنا پر خوبی الفاظ کا التزام مقدم ہے اگر اظہار جذبات کے لیے الفاظ مناسب نہ ملین تو بگڑی ہوئی صورت مین پیش کرنا نہ چاہیئے ایسے وجود ناقص سے حالت عدم ہی بہتر ہے۔[۱]

مولانا شبلی فرماتے ہین کہ درحقیقت شاعری اور انشا پردازی کا دار و مدار زیادہ تر الفاظ ہی پر ہے۔ گلستان مین اور میرانیس کے کلام جو مضامین اور خیالات ہین وہ ایسے اچھوتے اور نادر نہین ہین کہ اورون کی فکر پہنچ نہ سکے لیکن الفاظ کی فصاحت انداز بیان کی جدت۔ ترتیب و تناسب کی خوبیون نے سحر پیدا کر دیا ہے۔ انھین مضامین کو معمولی الفاظ مین ادا کیا جائے تو کچھ اثر پیدا نہو گا۔

ملٹن کے نزدیک شعر کی خوبی یہ ہے کہ سادہ ہو۔ جوش سے بھرا ہوا ہو اور اصلیت پر مبنی ہو۔

ملٹن کا مقولہ

سادگی سے صرف لفظون کی سادگی مراد نہین ہے بلکہ خیالات بھی ایسے پیچیدہ اور دقیق نہون جنکے سمجھنے کی عام ذہنون مین گنجایش نہو۔

محسوسات کے شارع عام پر چلنا۔ سیدھے رستے سے اِدھر اُدھر نہونا اور کمیت قلم کو بیہودہ جست و خیز سے روکنا اسی کا نام سادگی ہے۔ دنیا مین جتنے بڑے بڑے شاعر مقبول ہوے اُنکے کلام مین ہر ذہن سے مصالحت اور ہر دل مین گھر کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ ہومر نے اپنے کلام مین ہر جگہ نیچر کا ایسا نقشہ کھینچا ہے کہ اُسکو تمام قومین برابر سمجھ سکتی ہین اور یکسان مزے لے سکتی ہین۔ فاضل اور جاہل پر یکسان اثر ڈالتا ہے میر انیس اور سعدی کی شاعری بھی اِسی خصوصیت

[۱] غالب کی شاعری مین یہ عیب بہت نمایان ہی کہ اپنے خیالات کو الفاظ کا جامہ جو پہناتے ہین وہ نہایت مضحک ہوتا ہے یا اتنا تنگ ہوتا ہی کہ معنی سما نہین سکتے۔ یاس

کی وجہ سے اتنی مقبول ہوئی شیکسپیئر اور ہومر مستثنیات کو نہین لیتے بلکہ عام شق اختیار کرتے ہین۔ خاص خاص صورتین اور نادر اتفاقات دکھا کر لوگون پر اپنی خاص لیاقت ظاہر کرنا نہین چاہتے[۱]۔ دوسری بات جو ملٹن نے کہی ہے کہ شعر اصلیت پر مبنی ہو اس سے یہ غرض ہے کہ تخئیل کی بنا ایسی شئے پر ہو جو درحقیقت کچھ وجود رکھتی ہو نہ یہ کہ محض دھوکے کی ٹٹی یا خواب کا سا تماشا ہو کہ آنکھ کھلی اور کچھ نہ تھا۔

تیسری بات ملٹن نے یہ کہی ہے کہ شعر جوش سے بھرا ہوا ہو۔ اس سے صرف یہی مراد نہین کہ شاعر نے جوش کی حالت مین کہا ہو بلکہ یہ بھی ضرور ہے کہ سامعین کے دل مین جوش پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو[۲] انداز بیان مین ایک ایسی مقناطیسی کشش ہو کہ بغیر اثر کیے نہ رہے۔ یہ جوش شاعر کے ہر قسم کے بیان مین پایا جا سکتا ہے عام اس سے کہ وہ اپنی بیتی کہے یا جگ بیتی عیش و مسرت کا ذکر کرے یا رنج و غم کا) کیونکہ شاعر کی ذات مین ہر شئے سے متاثر ہونے اور ہر شخص کے جذبات کے ادراک کا ایک خداداد ملکہ ہوتا ہے وہ بے زبان بلکہ بیجان چیزون کی حالت کو اُنکی زبان سے اس طرح ادا کر دیتا ہے کہ اگر اُن مین گویائی ہوتی تو بھی وہ اپنی حالت کو اُس سے بہتر نہین بیان کر سکتین۔

فریڈرک رابرٹسن (Frederick Robertson) کہتے ہین کہ جذبات کی زبان کا نام شاعری ہے یا دوسری لفظون مین یون کہیے کہ جذبات جب الفاظ کا جامہ پہن لیتے ہین تو شعر بن جاتے ہین۔ شاعری گویا Imagination یعنی تخئیل کی تصنیف ہے جسکو صنعت جامۂ ہستی سے آراستہ کرتی ہے۔"

رچسٹر (Rochester) کی رائے ہو کہ "بہت سے نازک اور پاکیزہ جذبات جو مثل فرشتون کے وجود کے ہماری باطنی دنیا مین پائے جاتے ہین اور جو جسمانی لباس مین نمایان نہین ہوتے اور بہت سے خوبصورت اور خوش رنگ پھول ایسے ہین جنکے بیج نہین ہوتے یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ نظم ایجاد ہوئی جسکی بدولت وہ وجود جامۂ ہستی مین نظر آتے ہین اور اُن پھولون کی خوشبو سے ہمارے دماغ تر و تازہ ہوتے ہین"

اسٹرلنگ (Sterling) کا قول ہے کہ شاعری فی نفسہ ایک قوت و مسرت ہے اسکی حالت یکسان ہے خواہ بنی نوع انسان اسکو اپنے سر کا تاج بنائین یا اسکو تن تنہا کسی جادو کے بنے ہوئے مکان مین چھوڑ دین"

[۱] مگر غالب کا کلام سمجھنے کے لیے چیستان فہم دماغ کی ضرورت ہے یا س
[۲] غالب کے کلام مین جوش پیدا کرنے کی صلاحیت تو بہت ہی کم ہے مگر ذہن کو الجھن ضرور ہوتی ہے آس

کولیرج کا مقولہ

کولیرج (Coleridge) کہتا ہے کہ "سرکار شاعری سے مجکو بڑے بڑے انعام ملے ہین - شاعری نے میرے زخمون پر مرہم لگایا ہے - میری خوشیون کو زیادہ کیا ہے اور اُنپر صیقل کی ہے - گوشۂ تنہائی کو عزیز کیا ہے اور یہ صفت مجھ مین شاعری ہی کی بدولت ہی کہ جو کچھ اپنے قریب یا دور دیکھتا ہون اُنمین اچھائی بہتری اور خوبصورتی نظر آتی ہی"

شیلی کا مقولہ

شیلی (Shelley) کہتا ہے کہ "شاعری دنیا کے پوشیدہ حُسن کے چہرے سے نقاب اُٹھا دیتی ہے اور ہم اُن خط و خال اور نقش و نگار کو دیکھتے ہین جو آنکھ سے اوجھل تھے"

شیکسپیئر کا مقولہ

شیکسپیئر کا قول ہے کہ "دیوانہ - عاشق اور شاعر قوت متخیلہ سے مرکب ہین ایک کو اسقدر شیطان نظر آتے ہین جنکی وسیع دوزخ مین بھی گنجایش نہین اسکو مجنون کہتے ہین -

عاشق ایسا دیوانہ ہے - جسکو ہیلن کا حُسن بروے مصر مین نظر آتا ہے -

شاعر کی آنکھ ایک دیوانی گردش مین عرش سے زمین اور زمین سے عرش تک دیکھتی ہے - اور جون ہی Imagination یعنی تخیّل اُن اشیا کو پیدا کرتا ہے جنکی شکلین معلوم نہین شاعر کا قلم اُنکو لباس ہستی پہناتا ہے اور عدم کو وجود کرکے دکھاتا ہے"

ڈاکٹر جانسن کا مقولہ

ڈاکٹر جانسن (Johnson) فرماتے ہین کہ "شاعر کے لیے کوئی شی بیکار نہین ہے - کائنات مین جتنی خوبصورت حیرت خیز - اعلی سے اعلیٰ اور ادنی سے ادنیٰ چیزین ہین قوت متخیلہ اُن سب سے واقف ہی - باغون مین درخت اور پودے - جنگلون مین حیوانات - زمین مین معدنیات - آسمان کے شہاب شاعر کے دماغ مین لامتناہی قسم کے خیالات جمع کرتے ہین - ہر خیال اخلاقی یا مذہبی صداقت کی تصریح یا زینت ہو اور جسکی معلومات وسیع ہین وہ مختلف سین کو مختلف طرح سے بیان کرسکے گا اور اُسکے ناظرین دور کے کنایون اور غیر مترقبہ تعلیم مضامین سے محظوظ اور مستفیض ہون گے"

بیلی کا مقولہ

بیلی (Bailey) شاعر نے شاعری پر ایک مبسوط نظم لکھی ہے جسمین وہ

بیان کرتا ہے کہ شاعر خیالات پیدا نہین کرتے بلکہ خیالات شاعرون مین خود بخود پیدا ہوتے ہین جیسے جنگلون مین قدرت خدا سے خودرو درخت یا پھول۔ شاعر کا جسم اور اُسکی روح نیچر سے وابستہ ہے اور اُسکے دل پر کائنات کی صورتین جلی حرفون سے منقش ہین۔ شاعر عشق کی سی گران بہا شئے اور بڑے بڑے صُولون کا خزانہ دل مین رکھتے ہین اور اُنکو نہایت حُسنِ خوبی سے بیان کرتے ہین اور ان سب کی جڑ عشق ہے۔ شاعری کتابون مین مقید نہین ہے۔ وہ قوت وہ روح جسکی تجکو تلاش ہے تیرے ہی پاس ہے کہ تجھی مین تو ہی اور پھر ہر جگہ موجود ہی۔

مذکورہ بالا اقوال جو نقل کیے گئے سب اپنی اپنی جگہ پر صحیح ہین مگر عام طور پر شاعری کا نمایان وصف جذبات کو برانگیختہ کرنا ہے یعنی شعر سُنکر دل مین حزن یا انبساط کا جوش پیدا ہوتا ہے۔ یہ خصوصیت شاعری کو دوسرے علوم و فنون یا فلسفہ سے ممتاز کرتی ہی۔ شاعری کا تخاطب جذبات سے ہی اور سائنس کا یقین سے۔ سائنس استدلال سے کام لیتا ہی اور شعر محرکات سے۔ سائنس عقل کے سامنے کوئی علمی مسئلہ پیش کرتا ہے اور شاعری احساسات کو حرکت دیتی ہے۔ شعر گویا اک آہ پُر درد ہے جسے سُنتے ہی سامعین تڑپ جاتے ہین یا ایسی تان ہے جسپر دل پھڑک جاتے ہین۔ لارڈ مکالے کا قول ہی ([illegible] natural [illegible]) یعنی پیدا ہونا اور مرنا دونون امر طبعی ہین۔ ممکن ہے کہ عقل اسے قبول کرلے اور کوئی اچھا یا بُرا اثر نہ لے مگر یہ کمبخت دل ہرگز ماننے والا نہین ممکن نہین کہ راحت و غم کا مطلق اثر نہ لے۔ ممکن نہین کہ کوئی غم انگیز واقعہ پیش آئے اور جذبات مین تلاطم نہ پیدا ہو۔ ممکن نہین کہ عقل دفعتہً آڑے آجائے اور دل کو اس چوٹ سے بچالے۔

شاعر اگر وہ صحیح معنون مین شاعر ہے تو اُسے سامعین کے مذاق کی پروا نہین ہوتی وہ اپنی یا دوسرون کی حالت سے متاثر ہوکر کچھ ایسے کلام کرتا ہے کہ سُننے والے آپ سے آپ اثر لیتے ہین اور اگر کوئی اثر نہ بھی لے تو وہ خود اُسکی کیفیت کے مزے اُٹھاتا ہی (جیسے گانے والا خود اپنے گانے سے محظوظ ہوتا ہی) کیونکہ شاعر کے اندرونی احساسات اسقدر تیز ہوتے ہین کہ ذرا سی تحریک مین مشتعل ہوجاتے ہین۔

شعر کیون اثر کرتا ہے

ارسطو کہتا ہے کہ "انسان مین نقالی اور محاکات کا فطری مادہ ہے۔ جانورون مین یا تو یہ مادہ مطلق نہین ہوتا یا ہوتا ہے تو کم ہوتا ہے۔ مثلاً توتا صرف آواز کی نقالی کرسکتا ہے حرکات وسکنات کی نقل نہین اُتار سکتا۔ بندر حرکات وسکنات کی نقل اوتارتا ہے لیکن آواز سے کام نہین لیتا۔ بخلاف اسکے انسان آواز سے اشارہ سے حرکات وسکنات اور مختلف طریقون سے ہر چیز کی نقل اُتار سکتا ہے۔ یہ بھی انسان کی فطرت ہے کہ اُسکو محاکات سے ایک خاص لطف حاصل ہوتا ہے فرض کرو ایک بدصورت جانور کی تصویر ہوبہو کوئی کھینچدے تو خواہ مخواہ ہر شخص دیکھکر محظوظ ہوگا حالانکہ خود اُس جانور کو دیکھکر طبیعت کو نفرت ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ کسی شے کی محاکات بجائے خود لطف انگیز ہوتی ہے فی نفسہ وہ شے بُری ہو یا بھلی۔ اور چونکہ شعر بھی ایک قسم کی نقالی یا مصوّری ہے اس سے خواہ مخواہ طبیعت پر اثر پڑتا ہی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ موسیقی بالطبع موثر چیز ہے اور شعر مین موسیقی کا جزو شامل ہی اسلئے شعر بہت موثر ہوتا ہی"

شعر کے عناصر کیا کیا ہین

ایک اچھے شعر مین بہت سی باتین پائی جاتی ہین۔ وزن۔ قافیہ۔ مناسبت الفاظ بندش کی صفائی۔ محاکات (یعنی کسی شے یا کسی حالت کی سچّی تصویر کھینچنا) اور تخئیل مگر محاکات اور تخئیل یہ دونون چیزین شاعری کے اصلی عناصر ہین

محاکات کی تعریف محاکات کسی چیز یا کسی حالت کی نقل اُتارنے کو کہتے ہین جس سے اُس چیز یا اُس حالت کی ہوبہو تصویر آنکھون مین پھر جائے مثلاً حضرت آتش فرماتے ہین ؎

آتش

چلا وہ راہ جو سالک کے پیش پا آئی — ٹھہر گیا جو کہین ہوئے آشنا آئی

نہ روز حشر بھی فریاد ہوسکی مجھ سے — جفائے یار کے آڑے مری وفا آئی

کوتہ ہوا اسقدر مرے قد پر ردائے عیش — ڈھانکون جو پانون تو یقین ہی کہ سر کھلے

فصل بہار آتی ہی چلتا ہی دور جام — مے کی دکان شام کھلے یا سحر کھلے

گستاخ بہت شمع سے پروانہ ہوا ہے — موت آئی ہی سر چڑھتا ہی دیوانہ ہوا ہے

یاس

چُپ لگی مجکو گناہ عشق ثابت ہو گیا — رنگ چہرہ کا اڑا راز دل مضطر کھلا
صحبت واعظ میں بھی انگڑائیاں آنے لگین — راز اپنی میکشی کا کیا کہین کیونکر کھلا

تخئیل کی تعریف ہنری لوئی کے نزدیک تخئیل اُس قوت کا نام ہے جو غیر مرئی اشیا کو یا اُن مرئی اشیا کو (جو حواس کی کمی کی وجہ سے محسوس نہین ہو سکتین) نظر کے سامنے پیش کر دے" اور مولانا شبلی فرماتے ہین کہ تخئیل در اصل قوت اختراع کا نام ہے یعنی سامنے کی باتون مین بھی یہ قوت ایسے نکتے اور باریکیان پیدا کرتی ہے جو عام نظرون سے اوجھل ہوتی ہین۔

فلسفہ اور شاعری مین قوت تخئیل یکسان کام کرتی ہے یعنی فلسفہ مین ایجاد و انکشاف اور شاعری مین مضامین رنگا رنگ اسی کا نتیجۂ عمل ہین۔ اسی کے ذریعہ سے سائنس کے دقیق مسائل حل ہوتے ہین اور یہی قوت شعر کے ذریعہ سے مردہ جذبات مین تازہ روح پھونکتی ہے حضرت آتش فرماتے ہین ؎

نقش پاے رفتگان سے آرہی ہی یہ صدا — دو قدم مین راہ طے ہے شوق منزل چاہیئے

کسی مقرر کی طلاقت لسانی یا کوئی خطبۂ مدلل و طولانی یا آثار قدیمہ پر کسی پروفیسر کا زبردست لکچر وہ جوش وہ ہمت وہ اثر نہین وہ نتیجے نہین پیدا کر سکتا جو ان دو مصرعون سے مترتب ہو سکتے ہین۔ یا یہ شعر

دھیان رکھنا شرط ہی اُس دلبر مغرور کا — فکر سے نزدیک ہوجاتا ہی مضمون دُور کا

نفس امارہ نے آئینۂ دل کو کیسا ہی زنگ آلود کر دیا ہو مگر تصور صادق اور کسب معرفت کی کوشش کیجائے تو شاہد مقصود کا دیدار کچھ ایسا مشکل نہین ہے۔ یہ مصرعہ (فکر سے نزدیک ہوجاتا ہے مضمون دُور کا) ریاضت نفس کے لیے ایسا ہمّت افزا وعظ ہے کہ علم تصوف کی بڑی بڑی کتابین ایک طرف اور یہ ایک مصرعہ ایک طرف۔

محاکات کی تفصیلی بحث

محاکات کا کمال یہ ہے کہ اصل کے مطابق ہو۔ تصویر کا اصل سے مطابق ہونا فطرتاً وجہ انبساط ہے۔ خواہ وہ تصویر کسی خوبصورت شی کی ہو یا کسی بدصورت چیز کی۔ مثلاً سُور کسقدر مکروہ جانور ہے جسکے دیکھنے سے گھن آتی ہے لیکن اسی کی تصویر ہو بہو کھینچ دیجائے

تو خواہ مخواہ ہر شخص دیکھکر محظوظ ہوگا۔

جب مین انٹرنس مین پڑھتا تھا تو اسکول مین ایک بنگالی آیا تھا جسنے جانورونکی بولیون کی نقل اُتارنے مین کمال حاصل کیا تھا۔ پس پردہ بیٹھکر اُسنے بہت سے جانورونکی بولیان سنائین۔ جسوقت گدھے کی بولی بولنا شروع کی سارا ہال گونجنے لگا اور تمام طلبا ہنستے ہنستے فرش ہو گئے یہی معلوم ہوتا تھا کہ پردہ کے پیچھے کوئی گدھا سیپون سیپون کر رہا ہے۔

مچھرون کی بولی کی نقل جب اُتاری تو معلوم ہوتا تھا کہ سچ مچ ہزارون مچھر کسی کوٹھری مین بھن بھن کر رہے ہین۔

اسیطرح شاعر کو بھی محاکات کا پورا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ محاکات کا حق جب ہی ادا ہو سکتا ہے کہ کسی سین کے تمام جزئیات بخوبی دکھائے جائین کہ دیکھنے والون کو اصل شئ کا دھوکا ہو جائے۔ شاعر کو محاکات مین کامیابی جب ہی ہو سکتی ہے کہ وہ اسرار فطرت سے اچھی طرح ماہر ہوا ور کائنات کا مطالعہ بہت ڈوبکر کرتا ہو مشہور ہے کہ یونان مین کسی مصور نے ایک آدمی (جسکے ہاتھ مین انگور کا خوشہ تھا) کی تصویر کھینچکر نمایش گاہ مین آویزان کردی تصویر اصل سے اس قدر مطابق تھی کہ پرند اُس خوشۂ انگور کو اصلی انگور سمجھکر گرنے لگے اور چونچ مارنے لگے۔ تمام نمایش گاہ مین دھوم ہو گئی اور ہر طرف سے لوگ آآکر مصور کی تحسین و آفرین کرنے لگے لیکن مصور بجائے خوش ہونے کے روتا جاتا تھا اور کہتا تھا کہ تصویر مین نقص رہگیا۔ لوگون نے حیرت سے پوچھا کہ اس سے بڑھکر اور کیا کمال ہو سکتا ہے؟ مصور نے کہا ہان انگور کی تصویر تو اچھی کھچی مگر آدمی کی تصویر جسکے ہاتھ مین انگور رہے اچھی نہین کھچی ورنہ پرند قریب آنے کی جرأت نہ کرتے۔ لیسکن کیا عجب ہے کہ اس مصوّر نے دانستہ یہ عیب رہنے دیا ہو کیونکہ اگر اُس آدمی کی ہو بہو تصویر کھیچ دیتا تو پرند انسان کے خوف سے خوشۂ انگور کے پاس نہ آسکتے اور مصور کا کمال (جو خوشۂ انگور کی تصویر مین صرف کیا گیا تھا) دیکھنے والون پر ثابت نہو سکتا اور اُسکا جو مقصد تھا وہ فوت ہو جاتا۔ اسلیے اُسنے فقط خوشۂ انگور کی تصویر مین محاکات کا کمال دکھایا اور تصویر انسان مین اس کمال کو نہ دکھایا۔ اسی خیال کو (کہ انسان کی تصویر اگر ہو بہو کھیچی جائے گی تو پرند قریب آنے کی ہمّت نہ کرین گے) اصطلاح مین Imagination یا

تخئیل کہتے ہین۔ یہ اسی قوت تخئیل کا عمل تھا جسنے انسان کی تصویر ہو بہو نہ کھینچ دی۔

اسی قسم کے فرق اور باریکیان محاکات و تخئیل مین پائی جاتی ہین اور یہی نکتے ہین جنکی بنا پر شعرا مین فرق مراتب پایا جاتا ہے اِس قسم کے ادراک و احساس کے لیے بہت بڑے علم و فضل کی ضرورت نہین ہے عقل سلیم و ادراک صحیح جاہل سے جاہل مین پایا جا سکتا ہے۔ خدائے سخن میر انیس صاحب اعلی اللہ مقامہ کوئی بہت بڑے علامہ نہ تھے مگر اسی ادراک صحیح اور پختگی تخئیل نے اُن کے کلام مین یہ اعجاز دکھائے ہین فرماتے ہین ٥

غصہ مین جو سفاک نے کی رخش کو مہمیز　　شہزادے کے گھوڑے کے قریب آگیا شبدیز
بس تھام لی اکبر نے عنان فرس تیز　　جھجکا تھا وہ گھوڑا کہ چلی تیغ شرر ریز
ہوش اُڑ گئے اُس بانی بیداد وستم کے　　سر کٹ کے گرا فرق پہ چالیس قدم کے

یہ وہ مقام ہے کہ حضرت علی اکبرؑ کے مقابل مین ایک پہلوان گھوڑا رپٹا کر پاس آگیا ہی اور حملہ کرنا ہی چاہتا تھا کہ جناب علی اکبرؑ نے ایک ہاتھ سے حریف کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور دوسرے ہاتھ سے تلوار علم کی۔ لگام پکڑتے ہی گھوڑے کا جھجکنا اور تلوار کے بلند ہوتے ہی حریف کا حواس باختہ ہونا آخر کار تلوار کا چلنا اور دشمن کا سر کٹ کے چالیس قدم پر گرنا وغیرہ وغیرہ ایک آن واحد مین یہ سب واقعات جو ظہور مین آئے انکو شاعر نے جس خوبی سے دکھایا ہے محاکات و رسائی تخئیل کا بہتر سے بہتر نمونہ ہے۔ اس سین کے تمام جزئیات سے سُننے والون کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود اُنکی آنکھون کے سامنے یہ واقعات گزرے۔

لیکن ہر جگہ کسی شئے یا واقعہ کے تمام اجزا کی محاکات ضروری نہین ہوتی فن تصویر کے ماہر جانتے ہین کہ صاحب کمال مصوّر کبھی تصویر کے بعض حصّے دانستہ خالی چھوڑ دیتا ہے لیکن اور اعضا یا اجزا کو اس خوبی سے دکھاتا ہے کہ دیکھنے والون کی نظر چھوٹے ہوئے حصہ کو خود پورا کر لیتی ہے۔ یون سمجھیے کہ کاغذ پر جو تصویر ہوتی ہے اُس مین عمق نہین ہوتا کیونکہ کاغذ مین خود عمق نہین ہوتا ہے۔ مگر دیکھنے والون کو صاف نظر آتا ہے کہ یہ تصویر کسی موٹے شخص کی ہے یا دُبلے کی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ تصویر مین طول و عرض موجود ہوتا ہے اسی کی مناسبت سے ذہن اُسکے عمق کا اندازہ بھی کر لیتا ہے۔ اسی طرح شاعر بھی بسا اوقات کوئی سین دکھانا چاہتا ہے تو تمام جزئیات کو مفصل طور پر نہین دکھاتا بلکہ

ـه منقول از نخو الخ

چند ایسی نمایان اور ضروری خصوصیات کو ذکر کر دیتا ہے جنسے ضمنی باتین خود بخود ذہن پر حالی ہو جاتی ہین اور پورے واقعہ کا سمان آنکھون کے آگے پھر جاتا ہے مثلاً حضرت آتش فرماتے ہین ؎

دن ہوا پر آفتاب آنکھون سے پنہان ہو گیا	حشر کو بھی دیکھنے کا اسکے ارمان رہ گیا

طالب دیدار نے زندگانی کے دن (جو بمنزلہ ہجر کی شب دراز کے تھے) شوق دیدار مین مر مر کے کاٹے اسی امید پر کہ بعد فنا جمال یار سے آنکھین روشن ہونگی مگر مرنیکے بعد پھر قیامت کا انتظار کرنا پڑا کیونکہ وعدہ دیدار اسی دن پر موقوف ہے لہذا تمام آرزوئین اُسی دن سے وابستہ تھین مگر افسوس کہ روز روشن ہوا صبح محشر جلوہ گر ہوئی لیکن آفتاب حسن وجمال آنکھون سے پنہان ہی رہا دل کی حسرت دل ہی مین رہی کیونکہ چشم ہوس کو تاب نظارہ کہان تھی کہ آفتاب حسن سے دوچار ہوتی ان سب مطالب کو شاعر نے کھلے کھلے لفظون مین بیان نہین کیا مگر اس اختصار پر بھی یہ سب معانی آپ سے آپ ذہن مین آجاتے ہین اور یہ محاکات کا اعلی نمونہ ہے۔ مولف عرض کرتا ہے ؎

یاد شن بخیر بیٹھے تھے کل آشیانے مین	یکسان کبھی کسی کی نہ گزری زمانے مین

"بیٹھے تھے کل آشیانے مین" اس سے خود بخود یہ معنی پیدا ہوتے ہین کہ آج اسیر قفس ہین حالانکہ قفس کی لفظ شعر مین نہین آئی ہے۔ انقلاب دہر سے متاثر ہو کر شاعر اپنے دل کو یون تسکین دیتا ہے کہ کسی کی ایک طرح پر بسر نہین ہوتی آج کچھ ہے اور کل کچھ۔ موجودہ حالت اسیری کو صاف صاف لفظون مین نہین دکھایا بلکہ آشیانے کو یادش بخیر کی لفظ سے یاد کیا مگر باوجود ان محذوفات کے مطلب صاف ذہن مین آجاتا ہے اس انداز بیان سے کلام کا زور اور بڑھ جاتا ہے۔ محاکات کا یہ مبہم طریقہ زیادہ موثر ہوتا ہے۔

یہان پر ایک نکتہ ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے کہ ایسے موقعون پر اکثر اشعار جو پیچیدہ اور دور از فہم ہو جاتے ہین اُسکی وجہ یہ ہے کہ شاعر مضمون کا بعض حصہ ضروری چھوڑ دیتا ہے اور بجاے خود یہ سمجھ لیتا ہے کہ گرد و پیش کے الفاظ اُس خلو کو خود بھر لین گے حالانکہ وہ الفاظ اُس خلو کو بھرنے کے لیے کافی نہین ہوتے۔ اسی قسم کے اشعار بعض جگہ مہمل اور المعنی فی بطن الشاعر کے مصداق ہو جاتے ہین۔ غالب کہتے ہین۔

ثابت ہوا ہے گردن مینا پہ خون خلق	لرزے ہے موج مے تری رفتار دیکھکر

حسرت موہانی شرح کرتے ہین :- مطلب یہ ہے کہ خون خلق تیری رفتار مستانہ نے کیا ہے (جسکی مستی قدرتی اور ذاتی تھی) لیکن چونکہ لوگون نے مستی رفتار کا سبب شراب نوشی کو سمجھ لیا ہے اور اس طرح پر خون خلق مینا کی گردن پر ثابت ہوتا ہے (کیونکہ انکے نزدیک شراب سے مستی پیدا ہوئی اور مستی رفتار یار سے خون خلق ہوا) اس لیے موج مے تیری رفتار دیکھکر لرز رہی ہے کہ کہین رفتار یار مجھسے مواخذہ نہ کرے کہ خون خلق تو میری ادائے خرام (جسکی مستی ذاتی تھی نہ کہ مے نوشی کی وجہ سے) کا کام تھا وہ تیری طرف کیونکر منسوب ہوگیا ؟"

حسن عقیدت کے جوش مین جناب حسرت نے شعر مین جو معنی پہنائے ہین وہ مذاق سلیم کے نزدیک نہایت مضحک ہین موج شراب کا رفتار یار کے مواخذہ کر ڈرنا اور لرزنا یا جو کچھ بھی معنی بیان کیے جائین ہرگز الفاظ یا قرائن سے پیدا نہین ہوتے اپنے دل سے کوئی معنی گڑھ لینا اور بات ہے۔

جناب حسرت نے جو معنی بیان کیے وہ اگر صحیح بھی مان لیے جائین تو ایسی محذوفات بعید الفہم (جنکے فرض کیے بغیر کوئی معنی نہین پیدا ہوسکتے) شعر کو دائرہ شعر سے خارج کر دینے والے ہین۔ محذوفات اگر ہون تو ایسے ہون جنکی طرف ذہن آسانی سے منتقل ہوسکے۔

حضرت آتش فرماتے ہین ؎

ادب تا چند اے دست ہوس قاتل کے دامن کا	سنبھل سکتا نہین اب دوش سے بوجھ اپنی گردن کا

"سنبھل سکتا نہین" سے صاف ظاہر ہے کہ زیست سے بیزار ہین اور "ادب تا چند" سے خود یہ معنی پیدا ہوتے ہین کہ قاتل کو چھیڑ کر اپنے قتل پر آمادہ کیجیے آخر پاس ادب اور صبر و تحمل کی کوئی حد بھی ہے۔ مگر ان مطالب کو صاف لفظون مین بیان نہ کیا انداز بیان ایسا اختیار کیا کہ یہ معنی آپ سے آپ پیدا ہوتے ہین۔ اور یہی شان بلاغت ہے غالب کی شاعری مین یہ بڑا عیب ہے کہ دور از قیاس محذوفات مان کر معنی پہنائے جائین تو کوئی مطلب (اور وہ بھی اکثر مضحک) ورحدود شعریہ سے باہر نکل سکتا ہے اکثر حضرات اسکا یہ جواب دیتے ہین کہ غالب کا شعر سمجھنے کے لیے دماغ چاہیئے مگر یہ محض حسن عقیدت یا اپنی سخن پروری ہے شیکسپیر ہو مر انیس سعدی کے کلام سے

تو ہر شخص کثیف ہو مگر غالب کا کلام سمجھنے کے لیے کسی غیر معمولی دماغ کی ضرورت ہو اسکے کیا معنی؟ پھر ایسے شعر سوائے مہمل ہونے کے اور کیا ہو سکتے ہین اگر کھینچ تان کر کوئی معنی پہنایا بھی جائے تو ایسے شعر کو زیادہ سے زیادہ چیستان کا لقب دیا جا سکتا ہی۔ ہان غالب نے جہان قریب الفہم نزاکتین اور شاعرانہ باریکیان (علم معنی وبیان کے حدود مین رہکر) پیدا کی ہین اُنکی تعریف نہین کیجا سکتی۔

محاکات کے نمونے

چھڑائے سے نہ چھوٹے گا اسی قاتل نہ بن لڑکا
شراب لالہ گون سے ساقیا جام صبوحی بھر

زوال حُسن ہو عاشق کنارہ کرتے جاتے ہین
گل وبلبل کی حالت پر بجا ہی گریۂ شبنم

دل وحشی کی بیتابی کریگی چاک سینے کو
بہار عالم نیرنگ رکھتا ہے مزاج اپنا

نہ بوریا بھی میسر ہوا بچھانے کو
کبھی تو ہوگا ہمارے بھی یار پہلو مین

کیا ہی باد بہاری نے بلبلونکو مست
سامنے جوڑ گیا۔ دیوانہ بیباک تھا

اینڈتا تھا تیرے مستونکی طرح سے باغ مین
دیدۂ عارف سے جب دیکھا تو یہ روشن ہوا

چشم نامحرم کو برق حُسن کر دیتی تھی بند
غنیمت ہی سمجھیے حلقۂ احباب گرد اپنے

قدم سے تیرے دیوانون کے آبادی کا عالم ہی
سحر تک شام سے چلتی ہین لاتین وصل کی شب مین

غم اپنے قتل ہو شیکا نہین غم ہی تو یہ غم ہی[1]

وفاداروں کے خون کا داغ کیا دھبا ہی کیچڑ کا
شفق اپنی مجھے دکھلا رہا ہے نور کا تڑکا

بہار باغ ہوتی ہی خزان موسم ہی پت جھڑ کا
اسے گلچین کا اندیشہ اُسے صیاد کا دھڑکا

قفس کی تیلیان ٹوٹینگی یہ طائر اگر پھڑکا
جوانو نہین جوان بڈھو نہین بڈھا لڑکو نہین لڑکا

ہمیشہ خواب ہی دیکھا کیے چھپر کھٹ کا
کبھی تو قصد کریگا زمانہ کروٹ کا

ہوا ہی پھول کے پیرنگ شراب کا مٹکا
پھاڑ کر آنکھین جسنے دیکھا گریبان چاک تھا

صاحب کیفیت اپنے سلسلہ مین تاک تھا
مظہر نور الٰہی جسم مشت خاک تھا

دامن عصمت آلودگی سے پاک تھا
یہ دورہ پھر نہو گا گردش افلاک سے پیدا

ہوا ہی شہر اک صحرائے وحشتناک سے پیدا
محبت کی ہی کس گستاخ کس بیباک سے پیدا

نہو گا کشتنی مجھسا مرے سفاک سے پیدا

[1] شمر کو امام حسین علیہ السلام سا کشتنی پھرا اور نہ ملا۔ زیر خنجر بھی قاتل کے لیے دعا کرتے رہے ۱۲ یاس

تخئیل کی خوبیان

اگرچہ محاکات اور تخئیل دونون چیزین شعر کے اصل عناصر ہین مگر شاعری (اپنے صحیح معنی کے اعتبار سے) در اصل تخئیل کا نام ہے محاکات مین جو انداز دلکش پیدا ہوتا ہے وہ اسی تخئیل کی بدولت ورنہ خالی محاکات نقالی سے زیادہ وقعت نہین رکھتی۔ محاکات کا بس اتنا کام ہے کہ جو کچھ دیکھے یا سُنے یا جس شئے یا جس حالت سے متاثر ہوا اسکو الفاظ کے ذریعہ سے بعینہ ادا کردے لیکن ان چیزون مین کوئی خاص تناسب پیدا کرنا یا کوئی ما بہ الامتیاز شئے کو دکھانا یا آب و رنگ چڑھانا قوت تخئیل کا کام ہے۔ مولانا شبلی فرماتے ہین کہ تخئیل مسلم اور طے شدہ باتون کو سرسری نظر سے نہین دیکھتی بلکہ ایک ایک بات پر سو سو دفعہ تنقیدی نظر ڈالتی ہے اور بات مین بات پیدا کرتی ہے گویا تخئیل قوت اختراع یا ملکہ استنباطی کا نام ہے۔ قوت تخئیل کے استدلال کا طریقہ عام استدلال سے الگ ہوتا ہے وہ اُن باتون کو جو اور طرح ثابت ہو چکی ہین نئے طریقے سے ثابت کرتی ہے۔ یہ طریقہ استدلال اکثر ایک قسم کا منطقی مغالطہ ہوتا ہے اور حسن تعلیل کی صورت مین نہایت ہی نازک اور حیرت انگیز انداز بیان اختیار کرتا ہے۔

جودت تخئیل کے نمونے

(آتش)

سوا تیرے کسی کا دھیان آتا ہو تو کافر ہون
یہ مجھ دیوانے کی زنجیر سے آواز آتی ہے
غرور عشق زیادہ غرور حسن سے ہے
دوئی جس دل مین ہو وہ دل نہین ہے چشم احول ہے
نہ پوچھ حال مرا چوب خشک صحرا ہون
لگا کے آگ مجھے کارواں روانہ ہوا
وہ کیچڑ مین پھنسا ہے جو ہوئی آب و گل کے نذر نہین
خدا دراز کرے عمر چرخ نیلی کو
یہ بیکسون کے مزارون کا شامیانہ ہوا
ادھر تو آنکھ پھری دم ادھر روانہ ہوا

ؔ اس شعر مین جانکنی کی حالت دکھانے کے لیے کیچڑ مین پھنسنے کا استعارہ قوت تخئیل کا اعلیٰ سے اعلیٰ نمونہ ہے اور مصرعہ پر مصرعہ جیسا لگایا ہے وہ اہل فن جانتے ہین۔ یاس

کسی کی محرم[1] آب روان کی یاد آئی
حباب کے جو برابر کوئی حباب آیا

دو روزہ ہی یہ لطف عیش و نشاط دنیا
بوے شب عروسی مہمان ہی پیرہن مین

بغض و حسد سے خالی صحرا کو بھی نہ پایا
کیا کیا جلا ہی ساکھو پھولا جو ڈھاک بن مین

ہنسنے والا نہین ہے رونے پر
ہمکو غربت وطن سے بہتر ہے

قید عفت مین ہی وہ محبوب عاشق جان طلب
نزع مین بیمار عیسی دامن مریم مین ہی

ہو جائے حسن معنی بے صورت آشکار
رخ کے حقیقت اُلٹے جو پردہ مجاز کا

کیونکر وہ نازنین نہ کرے بے نیازیان
انداز سے بھی حوصلہ عالی ہے ناز کا

ہوتا ہی شعبدون سے ترے آسمان سفید
اُڑتا ہی رنگ چہرۂ نیرنگ ساز کا

پتلون سے خاک کے یہ گڑھے بھر چلین کہین
دھبا ہے زمین کے نشیب و فراز کا

ساحل سمجھتے ہین تہ دریاے عشق کو
طوفان ناخدا ہے ہمارے جہاز کا

ہر جمعہ کو ظہور کا رہتا ہون منتظر
مشتاق ہون امام کے پیچھے نماز کا

جُنگ کیا ہے قتل مجھے تیغ یار نے
کشتہ ہے دل مرا شرف امتیاز کا

سودائے عشق مین نہ رہی شان جاہ کی
محمود بندہ ہو گیا حسن ایاز کا

عمر خضر سے اُنکی زیادہ ہو زندگی
دھوون[2] پئے جو یار کی زلف دراز کا

قاتل جزاے خیر سے ملے تیری تیغ کو
زخمون کے منہ کھُلے نہین جب تک کہ در کھُلے

مطلب نہ سرنوشت کا سمجھا تو شکر کر
دیوانہ ہو جو حال قضا و قدر کھُلے

موت کے آتے ہی ہمکو خود بخود نیند آگئی
کیا اسی کیواسطے کرتے تھی شب بیداریان

(غالب)

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
جام جم سے تو مرا جام سفال اچھا ہی

اُنکے دیکھے سے جو آجاتی ہی منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہین کہ بیمار کا حال اچھا ہی

ترے وعدہ پہ جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

کب سے ہون کیا بتاؤن جہان خراب مین
شبہاے ہجر کو بھی رکھون گر حساب مین

محبت مین نہین ہی فرق جینے اور مرنے کا
اُسیکو دیکھکر جیتے ہین جس کافر پہ دم نکلے

[1] محرم بمعنی رازدار اور محرم بمعنی انگیا ان دونون لفظون کا قالب ایک ہی اور معنی جدا جدا ہین مگر دونون کے معنی مین بھی اک مناسبت ضرور ہی لہذا یہ لفظ مستند بالمعنی ہی اس حالت مین عطف و اضافت صحیح ہی۔ یاس

[2] دھوون کی لفظ کو جس حسن سے نظم کیا ہی اور شعر مین جو اثر پیدا کیا ہی وہ آتش کا کام تھا۔ یاس

تخئیل کا مصرف

اسمین کوئی شک نہین کہ قوت تخئیل کسی وقت یا کسی حالت مین بیکار نہین رہ سکتی محدود مقام ہو یا وسیع بیہڑ راستے ہون یا سیدھے مگر اپنا کام کیے جائیگی شعرا نے فقط گل وبلبل کے افسانے ہجر و وصال کے ترانے مین بہت کچھ خانہ فرسائی کی ہے اور کچھ نہ کچھ تازگی وجدت سے بھی کام لیا ہے مگر ایسے شعرا بس تھان کے ٹرے ہوتے ہین میدان مین آتے ہی یا تو ہاتھ پاؤن بھول جاتے ہین یا منزل مقصود سے کوسون بھٹک جاتے ہین۔ پھر ایسی شاعری کس کام آئے گی؟

وہ شاعری جو ہر قسم کے جذبات کا آئینہ بن سکے۔ وہ شاعری جو فطرت کے رازہائے مخفی کو کھول سکے۔ وہ شاعری جو فلسفہ اخلاق وحکمت کے دقایق کو (بہ عنوان دلکش) حل کرسکے۔ وہ شاعری جو تاریخی واقعات سے نتیجہ خیز مضامین پیدا کرسکے۔ وہ شاعری جو اخلاق وتمدن پر مفید اور گہرا اثر ڈال سکے ایسی وحشی اور بھٹکی ہوئی تخئیل سے کیونکر نشو ونما پاسکتی ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارا لکھنؤ اس اعلی مذاق شاعری سے محروم رہا۔ اگر حضرت آتش ومیر انیس ومرزا دبیر علی اسد مقامہم یہان پیدا نہ ہوے ہوتے تو لکھنؤ کا وقار (بہ اعتبار نفس شاعری) قائم نہوسکتا۔ ان حضرات کی شاعری نے البتہ فلسفہ اخلاق وحکمت کے میدان مین وہ کارنمایان کیے کہ لکھنؤ کی بلکہ زبان اردو کی آبرو رکھ لی۔ لکھنؤ کے دوسرے شعرا نے فقط زبان اردو کی خدمتین کین مگر نفس شاعری کو کما حقہ نہ سمجھے میر انیس مغفور نے شاعرانہ کمال کے ساتھ ساتھ زبان اردو کو بھی اتنا سنوارا جو سنوارنے کا حق تھا۔ ورنہ دہلی کے شعرا اسکو ریختہ کے نام سے پکارتے تھے من حیث زبان اسکو وہ شرف حاصل نہ تھا جو میر انیس نے بخشا۔ لکھنؤ نے اور خصوصاً میر انیس نے اس زبان کو زبان کے مرتبہ پر پہونچادیا۔ خیر یہ جملہ معترضہ تھا۔ تخئیل کی بیہودہ جست وخیز اور شعر کی بدقسمتی اس سے بڑھکر اور کیا ہوگی جو غالب کے کلام مین پائی جاتی ہے ایسے ماہر فن کے ہان تخئیل کی یہ بے اعتدالیان اور تغزل مین ایسی بدمذاقیان (جنکی وجہ سے عام طور پہ مذاق سخن بگڑ گیا) نہایت افسوسناک ہین۔ اگرچہ غالب نے بہ نسبت متقدمین کے تخئیل مین زور پیدا کیا مگر صرف بیجا بخیل کیوجہ سے ساری محنت رایگان ہوکر کوہ کندن وکاہ برآوردنا

کا مصداق ہوگئی۔ غالب کی تخئیل اور الفاظ سے اکثر دیہاتیون کی بو آتی ہے۔ یعنی پڑھے لکھے دیہاتی اگر چاہین تو ایسی شاعری کر سکتے ہین مگر میر و آتش کے رنگ مین وہی کہہ سکتا ہے جو اہل زبان ہو۔

بدمذاقی کی مثالین

(وزیر)

کیا لگائی ہے گلوری گورے گورے ہاتھ نے	ہو گیا چونے کی صورت پان مین کتھا سفید
تم جو کہتے ہو نہو گا خط سبز اپنا سفید	واہ سچ کہیے کبھی دیکھا نہین تیتا سفید
ہے جو ٹوپی کے ستارون سے چراغان سر پہ	نظر آتی ہے دھوان کا کل پیچان سر پہ
جاتے ہو باغ کو پہنے ہو گلابی ٹوپی	بلبل بے ادب آ بیٹھے نہ ہی جان سر پہ
اک پری کے اثر نقش قدم سے بھاگی	آ گئی تھی جو بلائے شب ہجران سر پہ

اس قسم کی تخئیل گویا اک پھلجھڑی ہے۔ طفلانہ مزاج حضرات کا دل بہلانے کے سوا اہل نظر پر کوئی اثر نہین ہوتا۔

(غالب)

سرشک سر بصحرا دادہ نور العین دامن ہے	دل بیدست و پا افتادہ برخوردار بستر ہے

سرشک سر بصحرا دادہ نور العین دامن ہے۔ دل بیدست و پا افتادہ برخوردار بستر ہے سرشک اور سر بصحرا مین رعایت لفظی ملاحظہ ہو۔

اسی طرح نور العین اور برخوردار کی رعایت۔ برخوردار کے لیے بستر کی رعایت اور دامن کے لیے نور العین کی رعایت۔

سبحان اللہ کیا کیا رعایتین ہین لکھنؤ والون کو مات کر دیا اور ان سب باتون کے بعد غالب پرستون سے پوچھیے تو اس شعر مین کوئی نہ کوئی فلسفیانہ مضمون ضرور ٹھونس دینگے۔

نہ آئی سطوت قاتل بھی مانع میرے نالون کو	لیا دانتون مین جو تنکا ہوا ریشہ نیستان کا

قاتل کے لیے سطوت کی لفظ کتنی پیاری ہے واہ۔ دانتون مین جو تنکا لیا وہ نیستان کا ریشہ ہو گیا۔ ریشہ نیستان نہ معلوم کس جانور کا نام ہے حسرت موہانی فرماتے ہین کہ اظہار عجز کے لیے دانتون مین تنکا لیا تھا مگر وہ تنکا ریشہ نیستان نکلا

یعنی قاتل کا رعب و داب میرے نالون کو روک نہ سکا گویا ریشہ نیستان خیزستان بنگیا۔ یاس

کاوش کا دل کرے ہی تقاضا کہ ہی ہنوز
ناخن پہ قرض اس گرہ نیم باز کا

حسرت موہانی شرح کرتے ہین "اس گرہ نیم باز یعنی دل کا۔ قرض یعنی قرض کاوش۔ قرض اور گرہ مین رعایت لفظی ہی"

ناخن پہ قرض کیا خوب ہے۔ اسکی تو دید ہے نہ شنید۔ قرض اور گرہ کی رعایت لفظی مجکو نہ سوجھی تھی جناب حسرت نے سوجھادی۔ جناب والا رعایت لفظی غالب کے لیے باعث ننگ ہی ہان بعض اہل لکھنو نے اسپر بہت زور دیا ہے سو یہ انھین کا حصہ ہی۔

مین اور صد ہزار نوا ہاے دلخراش
تو اور ایک وہ نشنیدن کہ کیا کہون

سبحان اللہ سبحان اللہ "نشنیدن کہ کیا کہون" کی ایک ہی کہی۔ اردو کی پھوٹی ہوئی قسمت جہان تک ناز کرے وہ کم ہی۔

لیگئی ساقی کی نخوت قلزم آشامی مری
موج مے کی آج رگ مینا کی گردن مین نہین

ساقی نے شراب پلانے مین بڑی فیاضی سے کام لیا تھا اور اسپر مغرور تھا لیکن مین ایسا قلزم آشام تھا کہ میری بلانوشی نے ساقی کی نخوت مٹادی "گردن مینا مین موج مے کی رگ" نخوت کی رعایت سے لایا ہے (حسرت)

پہلے یہ فرمائیے کہ ساقی کی نخوت کا سبب فیاضی کو کیونکر قرار دیا۔ خیر اسے جانے دیجیے۔ مگر موج مے کی رگ مینا کی گردن مین نہین اسکے معنی کیا ہین۔ آخر اس بے سروپا تقریر کا حاصل؟

قید مین ہی تیرے وحشی کو وہی زلف کی یاد
ہان کچھ اک رنج گرانباری زنجیر بھی تھا

"اک رنج گرانباری تھا" یا "کچھ رنج گرانباری تھا"، مگر "کچھ اک رنج" کے کیا معنی "کچھ" بھی اور "اک" بھی۔ یہی استادی اور قادر الکلامی ہی۔

تو دوست کسی کا بھی ستمگر نہ ہوا تھا
اورون پہ ہے وہ ظلم کہ مجھپر نہ ہوا تھا

مطلب یہ ہے کہ تو کسی کا بھی دوست تہوا۔ لیکن مصرعہ اولی مین "تھا" کی کوئی ضرورت نہین معلوم ہوتی صرف برائے بیت ہی۔ ردیف کا بیکار ہونا سخت معیوب ہی۔

بزم قدح سے عیش تمنا نہ رکھ کہ رنگ
صید ز دام جستہ ہی اس دامگاہ کا

مطلب فقط اتنا ہے کہ بزم مے سے تمناے عیش عبث ہی کیونکہ رنگ محفل کو قرار

وثبات کچھ بھی نہین مگر "صید" "زدام جستہ" سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ لالہ بھیرون پرشاد کا شعر ہی اسکے علاوہ "بزم قدح" بھی نیا تصرف ہے۔ بزم یا محفل کو قدح یا ساغر یا جام کے ساتھ مضاف کرتے نہین دیکھا ہان بزم مے یا بزم عیش وغیرہ کہتے ہین عیش تمنا نہ رکھ بمعنی عیش کی تمنا نہ رکھ غالب ہی کی زبان سے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ جنکی زبان نہ اُردو نہ فارسی نہ ترکی۔

کیا بدگمان ہی مجھسے کہ آئینہ مین مرے	طوطی کا عکس سمجھے ہے زنگار دیکھکر

طوطی و آئینہ مین وہی نسبت ہی جو گل و بلبل مین ہے۔ زنگار و طوطی مین سبزی کی وجہ سے مشابہت ہی۔ استعارون کو دور کرنے سے مطلب یہ نکلتا ہے کہ میرے دل کی افسردگی یاس و محرومی کے اثر سے ہی لیکن وہ بدگمان یہ سمجھتا ہے کہ اس افسردگی اور تنگ جوشی کا سبب یہ ہی کہ کسی دوسرے محبوب کی محبت میرے دل مین جاگزین ہی (حسرت موہانی) مگر آئینہ کے مستعار لہ (یعنی دل) کا جب تک ذکر نہ کیا جائے آئینہ کو بمعنی دل کیون فرض کرلین۔ اور زنگار سے "محبت" یا "عکس" کیون مراد لین یا "طوطی" سے کوئی دوسرا محبوب کیون مان لین۔ کیونکہ آئینہ کو فقط دل ہی سے استعارہ نہین کرتے عقل! ادراک۔ روے معشوق وغیرہ کو بھی آئینہ سے استعارہ کرتے ہین مثلاً آئینہ ادراک۔ آئینہ عقل آئینہ رُخ وغیرہ وغیرہ لہذا اس سے یہ نہین لازم آتا کہ "آئینہ" کو "دل" ہی تصور کرین۔ شعر کیا ہی اچھی خاصی چیستان ہی۔

مشکین لباس کعبہ علی کے قدم سی جان	ناف زمین ہی نہ کہ ناف غزال ہی

لباس کعبہ کو علی کے قدم سے مشکین جان (ورنہ کعبہ) ناف زمین ہے نہ کہ ناف غزال (حسرت موہانی)

ناف زمین ہی سہی ناف غزال نہ سہی۔ پھر اس مضمون آفرینی کا حاصل کیا ہوا۔ بات وہ کہنی چاہیے جو کہنے کے قابل ہو ورنہ نہ کہنا بہتر ہے۔ نمعلوم "ناف زمین" مین اضافت کے ساتھ اعلان نون کیسا ہے۔ اور ایک جگہ فرماتے ہین۔

فرمانرواے کشور ہندوستان ہی۔ (آسمان ہی۔ جہان ہی وغیرہ کے ساتھ۔)

غالب کی بدمذاقیان اور تخئیل کی بے اعتدالیان دکھانے کے لیے ایک مستقل کتاب چاہیے ہے[۱] اس رسالہ مین گنجایش نہین مگر ناسخ اور غالب کی روش تخئیل کا فرق بتا دینا

[۱] انشاءاللہ غالب کی بدمذاقیان کسی دوسری تصنیف مین دکھائی جائینگی۔ یاس

ضروری سمجھتا ہون۔

ناسخ نے جو کچھ کہا ہے اگرچہ باعتبار تغزل پسندیدہ نہین مگر مطلب فوراً سمجھ مین آجاتا ہے اور صحت الفاظ اور محاورات کے اعتبار سے ناسخ کے تمام اشعار مستند ہین گویا دیوان ناسخ زبان اُردو کی ایک ڈکشنری ہی۔ مگر غالب کے اس مختصر دیوان کا بیشتر حصہ نہ سمجھ مین آتا ہے نہ باعتبار تغزل کوئی وقعت رکھتا ہے۔ بعید الفہم خیالات اور بے اعتدالی تخئیل کا اچھا خاصہ نمونہ ہے۔ اس قسم کی تخئیل شعر کو (از روے علم معنی وبیان) بالکل مہمل بنا دیتی ہے۔ دل مین تو ہزارون قسم کے خیالات موجزن ہوتے ہین مگر انسان کو اور خصوصاً شاعر کو اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ کونسی بات کہنے کی ہے اور کونسی بات ناگفتنی ہی یا جو کچھ کہا ہے اور جن لفظون مین کہا ہے اُسے سامع بھی سمجھ سکتا ہی یا نہین زبان کھولنے کا حاصل یہ ہے کہ سامع پر اپنا مطلب بخوبی تمام ہوجائے اور شاعر کے لیے فقط اپنا مطلب تمام کر دینا کافی نہین بلکہ ذہن سامع کو محظوظ کرنا بھی ضرور ہے۔ غالب کے کلام مین یہ عیب جس کثرت سے پایا جاتا ہے وہ ہندوستان کے کسی شاعر مین نہین پایا جاتا۔ ذہن سامع کو محظوظ کرنا تو کجا مطلب بھی صاف ادا نہین ہوتا بلکہ ذہن کو اور اُلجھن سی ہوتی ہے۔ جو مضمون لفظون سے صاف صاف ادا نہین ہوسکتا اُسکو نہانخانۂ عدم ہی مین رکھنا مناسب ہی کسی بگڑی ہوئی صورت کو اہل نظر کے سامنے پیش کرنا کوئی کاریگری نہین ہی۔

افسوس ہے کہ آجکل ہندوستان مین غالب کے اُن پیچیدہ انداز بیان کی تقلید کیجاتی ہے جو معنی بیان کی رُو سے نہایت معیوب ہین۔ ہان غالب کے وہ چند اشعار جن مین منطق کی شوخیان پسندیدہ نزاکتین اور قریب الفہم کنائے پائے جاتے ہین اُنکی تقلید کیجائے تو بیشک اُردو کی شاعری کے لیے نہایت مفید ہے مگر ایسا نہین کیا جاتا اور یہ کام کچھ آسان بھی نہین ہے۔ واضح ہو کہ غالب کے وہی چند اشعار پسند خاص وعام ہوئے جنمین مذکورۂ بالا خوبیون کے جوہر پائے جاتے ہین۔ یا جو سادگی ونزاکت کے سیدھے راستے پر ہین۔

مگر آجکل یہ ہوا چلی ہی کہ جوش عقیدت مین اکثر اُلجھے ہوے اور مہمل اشعار مین بھی معنی پہنانے کی کوششین کیجاتی ہین۔ دیوان غالب کی شرح اور اُسکا لابریری ایڈیشن

تیار کرنے کی تجویزین ہو رہی ہین۔ آخر اس تردد بیجا کا حاصل کیا ہے۔ کاش انجمن ترقی اُردو حضرت آتش کے دیوان کو (جو فلسفۂ اخلاق و حکمت کی معدن ہی) دیدۂ عارف کے دیکھتی اور خذ ما صفا دع ما کدر پر عمل کرکے انتخاب کرتی اور اُس حکمت آموز و عبرت خیز مجموعہ کلام کی شرح تیار کرکے شائع کرتی تو ملک کا مذاق بھی درست ہوتا اور علم ادب کو بھی فائدہ پہونچتا۔ حضرت اُستادی جناب خان بہادر مولانا شاد مدظلہ فرماتے ہین کہ "پہلے قرآن و حدیث کے فلسفۂ حکمت و اخلاق اور نہج البلاغہ اور بھاگوت گیتا کے مسائل عرفان و حقیقت پر نظر ڈالو اُسکے بعد خواجہ کا دیوان دیکھو جب اُسکے مرتبہ کو پہچانو گے"۔ خواجہ آتش کے کلام سے ظاہر ہے کہ وہ مسائل عرفان و حقیقت سے پوری آگاہی رکھتے تھے اسکی وجہ یہ ہے کہ انکو عملی طور پر کسب و ریاض مین دخل تھا اور اُنکا خاندان بھی ریاضت پیشہ تھا۔ علم تصوف کی کتابین چاٹ جانے سے ان مضامین اور ایسے مسائل پر کوئی حاوی نہین ہو سکتا۔ مجھے اس سے انکار نہین کہ خواجہ کے کلام مین غلطیان بھی ہین اُنکی علمی استعداد محدود معلوم ہوتی ہے۔ مگر شاعری کے لیے جس ادراک و احساس۔ جس انداز بیان اور لطف زبان جس دردمند دل جس چشم معرفت کی ضرورت ہے وہ اساتذۂ اُردو مین آتش و میر سے بڑھکر اور کسی کو نہین عطا ہوئی۔ بلکہ اعلیٰ جذبات کو حرکت دینے والے مضامین اور عرفان و حقیقت کا رنگ جسقدر آتش مغفور کے ہان ہے اُتنا میر کے ہان نہین ہی گو مجموعی حیثیت سے میر کا پایہ بلند ہے۔ آتش کے کلام مین جو بانکپن ہے وہ میر کے ہان نہین اور میر کے ہان جو سکینیت ہے وہ آتش کے ہان نہین ہے۔ اُردو مین عرفان و حقیقت کے رنگ کو پردۂ مجاز مین آتش نے جس خوبی سے دکھایا ہے میر درد کے ہان بھی اس خوبی کے ساتھ نہین دکھائی دیتا۔ میر درد اکثر پردۂ مجاز کو بیچ سے اُٹھا دیتے ہین۔ مگر آتش کے ہان اک ہلکا سا پردہ ضرور پڑا رہتا ہے اور حضرت غالب کو تو تصوف کی ہوا تک نہین لگی جو کچھ ہی نرا مجاز ہی ؎

یہ مسائل تصوّف یہ ترا بیان غالب

فقط دعوے ہی دعوے ہین آتش کا کلام دل پر اثر کرتا ہے اور غالب کی تخیل سے (جہان تخیل کا صحیح مصرف لیا گیا ہے) دماغ کو فرحت ہوتی ہے دل پر ویسا اثر نہین پڑتا۔ لہٰذا جو کلام دل پر اثر کرے وہی قابل ترجیح ہے۔ آتش و میر کے شعر دل سے نکلتے ہین اور

غالب دماغ کے زور پر اُڑتے ہین آتش کا کلام سعدی وحافظ وخسرو کی طرح روحانیت کی طرف مایل ہے اور غالب کا کلام فلسفہ کیطرف۔

بعض حضرات آتش مغفور کو جاہل کہتے ہین۔ تھوڑی دیر کے لیے اُنکی خاطر سے مین مانے لیتا ہون مگر جناب رسالت مآبؐ اور جناب امیر علیہ السلام بھی کچھ پڑھے لکھے نہ تھے لیکن کلام مین وہ اعجاز تھا کہ دلون کو مسخر کر لیا۔ ہر بات فلسفہ کے کانٹے مین تلی ہوتی تھی۔ اسی طرح ہر بشر مین علیٰ قدر مراتب یہ جوہر منجانب اللہ ودیعت ہوتا ہے آتش کی زبان مین بھی خدا داد اثر تھا افسوس ہے کہ لکھنؤ کے رنگ تکلف نے اُنپر بھی کچھ نہ کچھ اثر ضرور کیا مگر مجموعی حیثیت سے دیوان آتش پر نظر انصاف ڈالیے تو صاف معلوم ہوگا کہ اصلی رنگ طبیعت عرفان وحقیقت کی طرف زیادہ مایل ہے۔ خواجہ آتش کو عملی طور پر کسب ریاض مین دخل تھا اور غالب اس سے بے بہرہ معلوم ہوتے ہین۔ ممکن ہے کہ غالب نے علم تصوف کی کتابین دیکھی ہون مگر اس سے کیفیت اور حال دل پر نہین طاری ہوتا[ل]۔ اسی وجہ سے دیوان غالب عرفان وحقیقت کے مضامین سے خالی ہے اور جہان اسکی کوشش کی ہے وہان ناکامیاب رہے ہین کیونکہ وہ اس کوچے سے آشنا نہین ہین۔ البتہ غالب کو یہ خصوصیت ضرور حاصل ہے کہ تمام شعرا کے مقابل مین اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنائی مگر ہمین کیا ضرور کہ اندھی تقلید کرین پرائے شگون کے لیے اپنی ناک کٹوائین۔

تخئیل کی روک تھام

شاعر کو لازم ہے کہ قوت تخئیل کو حد اعتدال مین رکھے طبیعت پر غالب نہونے دے جسم انسانی کے عناصر اربع مین سے کوئی عنصر حد اعتدال سے بڑھ جاتا ہے تو اُس کا نتیجہ امراض شدید اور آخر کار موت کا سامنا ہوتا ہے جسم انسان پر کیا منحصر ہے تمام دنیا وما فیہا کا وجود اسی اعتدال پر قایم ہے۔ کائنات مین جتنے سیّارے ہین ان کے اعتدال مین فرق آجائے اور قوت کشش حد سے تجاوز کر جائے تو سب آپس مین ٹکرا کر برباد ہو جائین۔ لہٰذا شاعر کو لازم ہے کہ اس قوت تخئیل کی باگین لیے رہے

ل اور بغیر کیف ہوے ایسے مضامین پر حاوی ہونا غیر ممکن ہے۔

کیونکہ جب اسکا غلبہ طبیعت پر زیادہ ہو جاتا ہے تو قوت ممیزہ کے قابو سے جو اسکی روک تھام کرنے والی ہے باہر ہو جاتی ہے۔ اور یہ حالت شاعر کے لیے نہایت خطرناک ہے قوت متخیلہ فطرتاً خلاقی اور بلند پروازی کی طرف مایل رہتی ہے مگر قوت ممیزہ اسکی پرواز کو حسب ضرورت روکتی ہے اور بھٹکنے نہین دیتی۔ قوت متخیلہ کتنی ہی بلند پرواز ہو جبتک قوت ممیزہ کی محکوم ہے شاعری کو اُس سے نقصان نہین پہونچ سکتا۔ بلکہ جسقدر اُسکی پرواز بلند ہوگی اُسیقدر اُسکی شاعری اعلیٰ مرتبہ کو پہونچے گی۔ دنیا مین جتنے بڑے بڑے شاعر گزرے ہین اُن مین قوت متخیلہ کی بلند پروازی اور قوت ممیزہ کی حکومت ساتھ ساتھ پائی جاتی ہے اُنکی تخئیل نہ خیالات مین بے اعتدالی اور کجروی پیدا کرتی ہو نہ الفاظ اور انداز بیان مین غرابت۔ مگر جب تخئیل قوت ممیزہ پر غالب آجائے تو ایسا ہی ہے جیسے کسی سوار کے لیے مطلق العنان گھوڑا۔ غالب کی شاعری کا یہی حال ہے۔ خیالات اُنکے اسقدر بلند ہین کہ الفاظ کے قابو مین نہین آتے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ نفس مطلب بالکل فوت ہو جاتا ہے اور شاعر منزل مقصود سے کوسون دُور رہجاتا ہے یا کسی اور طرف نکل جاتا ہے۔ غالب پہ کیا کتنے ہی ہونہار شاعر اس قوت متخیلہ کی آزادی اور مطلق العنانی کی بدولت گمراہ ہو گئے اور بعضے جو گمراہ ہوے وہ اُسوقت تک راہ پر نہین آئے جبتک قوت ممیزہ کو تخئیل پر حاکم نہ بنا لیا۔ ہاے میر تقی میر کیا جوہری سخن تھا۔ مرزا غالب کے شعر سنکر صاف کہدیا کہ "اس لڑکے کو اگر کوئی اُستاد کامل مل گیا اور سیدھے راستے پر لگا دیا تو لاجواب شاعر بنجائے گا ورنہ مہمل بکنے لگے گا" وہی ہوا کہ غالب نے نہ کسی کو اُستاد بنایا اور نہ راہ راست پر آئے۔ چنانچہ غالب کے کسی بے تکلف دوست نے یہ مطلع پڑھکر ازراہ تمسخر اُنکی بہت تعریفین کین ؎

پہلے تو روغن گل بھینس کے انڈے سے نکال	بعد اُسکے جزو گل بھینس کے انڈے سے نکال

غالب نہایت آزردہ ہوے اور کہا نمعلوم کس مسخرے نے یہ مطلع میری طرف منسوب کر دیا ہے اُسپر اُنکے مہربان نے یہ فرمایا کہ بھئی بُرا کیون مانتے ہو تمہارے شعر تو ایسے ہوتے ہی ہین۔ مگر خدا بھلا کرے نکتہ چینون کا کہ ٹھوکے دے دے کر آخرکار غالب سے کچھ ایسے شعر بھی کہوا لیے جنپر اُردو کی شاعری جتنا ناز کرے بجا ہے۔ یہ وہی اشعار ہین جو زبان زد خاص و عام ہین اور جنمین قوت متخیلہ اور قوت ممیزہ کی حکومت ساتھ ساتھ پائی جاتی ہے

باقی اشعار تو فقط سلامتی کے ہین - انجمن ترقی اُردو پھر سے دیوان غالب کا انتخاب کرے اور چیستان نما اشعار کو کاٹ کر پھینکدے تو اچھا - کاش غالب شاعری کے پیچھے نہ پڑتے نثر ہی لکھا کرتے تو بہتر تھا یہ عجیب بات ہو کہ نثر تو ایسی دلچسپ اور سلجھی ہوئی اور نظم بالکل گورکھ دھندا -

قوت تخئیل کی بیہودہ جست وخیز اُس وقت بڑھجاتی ہی جب اُسکو اپنی اصلی غذا (یعنی صلیت وجوش حقایق و واقعات کا ذخیرہ جسمین وہ تصرف کرسکے) نہین ملتی جسطرح انسان بھوک کی شدت مین جب معتدا د غذا نہین پاتا تو مجبوراً بناس پتی سے اپنا دوزخ بھرکر صحت کو خراب کرلیتا اور اکثر ہلاک ہوجاتا ہے - اسی طرح جب قوت متخیلہ کی اصلی غذا نہین ملتی تو غیر متعاد غذا پر ہاتھ ڈالتی ہے خیالات دور از کار کو جنسے کوئی نتیجہ معقول مترتب نہین ہوتا اور جنمین ذرا بھی صلیت نہین ہوتی تراش کر بہ تکلف شعر کا لباس پہناتی ہے اور قوت ممیزہ کو اپنے کام مین خلل انداز سمجھکر اُسکی اطاعت سے باہر ہوجاتی ہی اور آخر کار شاعر کی تمام فکر کو تحصیل لاحاصل بنا دیتی ہی -

انداز بیان شاعری کے لیے یہ سب سے مقدم چیز ہے - بلکہ اہل فن کے نزدیک اسی جدت ادا اور دلکش انداز بیان کا نام شاعری ہے - ایک ہی بات ہے کہ سیدھی سادی طرز سے بیان کیجائے تو محض معمولی بات ہو اور اُسیکو کسی انداز دلفریب اور جدید اسلوب سے بیان کیا جائے تو دل پھڑک جائینگے یہی شاعری ہی حضرت آتش فرماتے ہین ؎

ہو سو یا ساتھ بھی قاتل تو خنجر درمیاں رکھکر	ہمارے اُسکے پردہ رہگیا دیوار آہن کا
سی لاحاصل مداوا ے مریض عشق ہے	تھا منا ممکن نہین گرتی ہوئی دیوار کا
کیا سمجھکر روندتے ہین مجکو سیار چمن	سبزہ بیگانہ ہون لیکن ہون مہمان بہار
خراب مٹی نہوکسیکی کوئی نہ مردود دوستان ہو	جُدا ہوا شاخ سے جو پتا غبار خاطر ہوا چمن کا
ترچھی نظر سے طائر دل ہوچکا شکار	جب تیر کج پڑے گا اُڑے کا نشانہ کیا
یار کو مین نے مجھے یار نے سُونے نہ دیا	رات بھر طالع بیدار نے سُونے نہ دیا

مصرعہ لگانا یہ مقام شاعر کی قوت متخیلہ اور قادر الکلامی کی امتحان گاہ ہے خواجہ آتش فرماتے ہین ؎

رنگ میرا اور تیرا دیکھکر حیران ہوے	نقشبندان خزان و نقشبندان بہار

چاک پیراہن ہر اک گل کا بعینہ زخم ہی ۔۔۔ کھیت ہی تلوار کا یارب کہ میدان بہار
چال ہی مجھ ناتوان کی مرغ بسمل کی تڑپ ۔۔۔ ہر قدم پر ہے یقین یان رہگیا وان رہگیا
غنیمت جان ای دل جنبش ابروے قاتل کو ۔۔۔ بڑی معراج ہی تلوار سے مرنا سپاہی کا
موے تلوار اپنی بجھوائی ہی اس سفاک نے ۔۔۔ دیکھیے لبریز کس کس بیگنہ کا جام ہو
تیغ ابروسے مجھے قتل کیا قاتل نے ۔۔۔ وہ سزا دی جو محبت کے گنہگار کی تھی

ذیل مین حضرت آتش کے وہ اشعار درج کیے جاتے ہین جو اعلیٰ مذاق تغزل یا مضامین عرفان وحقیقت کے صحیح نمونے اور اعلیٰ جذبات عشق کو حرکت دینے والے ہین ؎

حباب آسا مین دم بھرتا ہون تیری آشنائی کا ۔۔۔ نہایت غم ہی اس قطرہ کو دریا کی جدائی کا
نظر آتی ہین ہر سو صورتین ہی صورتین مجکو ۔۔۔ کوئی آئینہ خانہ کارخانہ ہی خدائی کا
نکل ای جان تن سے تا وصال یار حاصل ہو ۔۔۔ چمن کی سیر ہی انجام بلبل کی رہائی کا
وصال یار کا وعدہ ہی فرداے قیامت پر ۔۔۔ یقین مجکو نہین ہی گور تک اپنی رسائی کا
دل اپنا آئینہ سے صاف عشق پاک رکھتا ہی ۔۔۔ تماشا دیکھتا ہی حسن سمین خود نمائی کا
کف افسوس ملواتی ہے تیری پاکدامانی ۔۔۔ نہ کہا کر شاہد عصمت کو جامہ پارسائی کا
نہین دیکھا ہی لیکن تجکو پہچانا ہی آتش نے ۔۔۔ بجا ہی ای صنم دعوا جو تجکو ہی خدائی کا

گل آتے ہین ہستی مین عدم سے ہمہ تن گوش ۔۔۔ بلبل کا یہ نالہ نہین افسانہ ہے اسکا
وہ یاد ہی اسکی جو بھلا دے دو جہان کو ۔۔۔ حالت کو کرے غیر وہ یارانہ ہے اسکا
یوسف نہین جو ہاتھ لگے چند درم سے ۔۔۔ قیمت جو دو عالم کی ہی بیعانہ ہے اسکا

محبت کا تری بندہ ہر اک کو ای صنم پایا ۔۔۔ برابر گردن شاہ وگدا دونون کو خم پایا
برنگ شمع جسنے دل جلایا تیری دوری مین ۔۔۔ تو اسنے منزل مقصود کو زیر قدم پایا
سواے رنج کچھ حاصل نہین ہی اس خرابے مین ۔۔۔ غنیمت جان اگر آرام تونے کوئی دم پایا
نظر آیا تماشاے جہان جب بند کین آنکھین ۔۔۔ صفاے قلب سے پہلو مین ہمنے جام جم پایا
جلایا اور رلایا حسن کی نیرنگ سازی نے ۔۔۔ کبھی برق غضب اسکو کبھی ابر کرم پایا

دیکھا تو خار و گل کا مقام ایک شاخ ہے ۔۔۔ دل توڑتا نہین تو عزیز و ذلیل کا
شکستہ دل نہو انسان عوض ہر شے کا ملتا ہی ۔۔۔ موا فرزند اگر تو داغ دل نعم البدل پایا
آئے بھی لوگ بیٹھے بھی اٹھ بھی کھڑے ہوے ۔۔۔ مین جا ہی ڈھونڈتا تری محفل مین رہگیا

میری تعظیم نے مجلس سے نکالا مجھکو
تار اُس زلف معنبر کا نہ توڑا ہو شانے
جامۂ تن ہو گیا راہ عدم مین نذر گور
جان آنکھون مین ہی صورت دیکھنے کی دیر ہی
خدا سر دے تو سودائے تری زلف پریشان کا
تار تار پیرہن مین بس گئی ہی بوئے دوست
واہ رہی شانے کی قسمت کسکو یہ معلوم تھا
دو مرینگے زخم کاری سے تو حسرت سے ہزار
فرش گل بستر تھا اپنا خاک پر سوتے ہین اب
یاد کرکے اپنی بربادی کو رو دیتے ہین ہم
ہجر کی شب ہو چکی یہ روز قیامت سے دراز
اُس بلا سے جان سی اب تک دیکھیے کیونکر بچی
رخ رنگین کا تصور ہے تماشائے بہشت
حلم سے اپنی جہنم مین جسے تو کھینچے
تیرے کوچہ کی ہوا اُس مین نہ چلتی ہو گی
فزون ہوتا ہی جمعیت سے زیر آسمان کھٹکا
نہ تم بیزار ہو ہمسے نہ ہم بیزار ہون تم سے
زمین کو زلزلہ آیا جو میری بیقراری سے
بغل مین لیکے یوسف کو اکیلا وان مین گزرا
آنکھون سے اُس پری کے دل ناتوان گرا
چشم پر آب نے تن خاکی کو ڈھادیا
چلتا ہی کیا اکڑکے ابھی سے دم خرام
گلچین کب اسکے بوجھ سے خم شاخ گل ہوئی
نکلی نہ جان زار فراق بتان مین بھی
بجلی وہ بہر خرمن مرغ چمن بنا

اُٹھتے اُٹھتے نہ رہی بیٹھنے کی جا باقی
سلسلہ ہی یہ مرے دل کی گرفتاری کا
بوجھ اُٹھایا تھا مگر تھک کے لیا سبب کا
یار کا آنا ہی یان آنا اجل کے خواب کا
جدا آنکھین ہون تو نظارہ ہو ایسے سنبلستان کا
مثل تصویر نہالی مین ہون اور پہلوے دوست
پنجۂ شل سے کھلین گے عقدہائے موے دوست
چارہ تلوارون مین شل ہو جائیگا بازوے دوست
خشت زیر سر نہین یا تکیہ تھا زانوے دوست
جب اُڑاتی ہی ہوا ہے تند خاک کوے دوست
دوش سے نیچے نہین اُترے ابھی گیسوے دوست
دل سوا شیشہ سے نازک دل نازک سے بھی ست خوے دوست
بند کرکھول کے آنکھون کو نہ در ہا بہشت
پھر وہ کافر ہی جو اسکو رہے پروا بہشت
مرکے بھی دیکھ لین مشتاق تماشائے بہشت
درخت بارور مین باندھتا ہی باغبان کھٹکا
محبت کا مزا کیا ہی جب آیا درمیان کھٹکا
ستارے کیسے کیسے جھڑ کے کیا کیا آسمان کھٹکا
قدم رکھتے ہوئے جس راستے مین کاروان کھٹکا
شیشہ ہمارا طاق سے لے آسمان گرا
سیلاب کو رسائی ہوئی جب مکان گرا
سرکس کا تیرے پاؤن پر اے نوجوان گرا
الزام رکھ کے تو نہ مرا آشیان گرا
کہسار سے لپٹ کے نہ مین ناتوان گرا
جو خشک ہو کے شاخ سے برگ خزان گرا

حسرت مین خواب وصل کی یہ بیخودی رہی
اُٹھی نقاب چہرہ زیباے یار سے

ہیوجہ ہردم آئینہ پیش نظر نہین
ٹھہرے نہ پھر جو راہ مین تیری نکل چلے

لیجا ئینگے بہلا کے خط شوق یار تک
سر ہاتھ پر لیے ہوے ہین کشتنی کھڑے

بانکی ادا سے قتل اُنھون نے کیا ہمین
دل بھر کے سیر کی نہ خرابات دہر کی

طرفہ پری ہے کوئی نسیم بہار بھی
آنکھین تمھاری پھر گئین آئینہ دیکھکر

جو نعمت عشق کی چاہے تو رحمت جان اُ ینداکو
خدا جانے کہ ہوگا حال کیا ہم بادہ نوشونکا

شب و روز اسکو رقص شادمانی مین پاتا ہون
کیا اُستاد کو شاگرد اُس طفل پری رو نے

نہین جسکا کوئی اُسکا خدا ہی پوچھنے والا
تراشا تجکو جس بت ساز نے اہی بت قیامت کی

قریبون کے نہ رکھا اماد کی اُمید مشکل مین
تصور سے کسیکے مین نے کی ہی گفتگو برسون

برابر جان کے رکھا ہی اسکو مرتے مرتے تک
ملی ہی ہمکو بھی خمخانۂ افلاک مین راحت

دیا ہی حکم تب پیر مغان نے سجدۂ خم کا

پھرون ہی مجکو ہوش نہ آیا جہان گرا
دیوار درمیان جو تھی ہم اُسکو ڈھا چلے

سمجھے ہم آپ آنکھون مین اپنی سما چلے
شل ہو گئے جو پاؤن تو ہم سر کے بھل چلے

قاصد سے کم نہین ہین جو آنسو نکل چلے
وہ تیغ ناز آج چلے خواہ کل چلے

مہندی لگا کے پاؤن مین پہنچو نکے بھل چلے
سیلاب کیطرح سے ہم آج آئے کل چلے

دیوانے اپنے جامہ سے باہر نکل چلے
آخر غرور حسن سے تیور بدل چلے

عصا پیچھے دیا پہلے جلایا دست موسیٰ کو
لڑ اکر جام سے توڑا ہی بدمستی مین مینا کو

حصار عافیت گرداب نے سمجھا ہی دریا کو
پڑھایا روز بسم اللہ علم عشق مُلّا کو

اٹھاتے ہین ملائک آکے بیوارث کے موتا کو
بنایا شیشہ سے نازک مزاج سنگ خارا کو

نکالا ناخن پا نے کہان خار کف پا کو
رہی ہی ایک تصویر خیالی ورد برسون

ہماری قبر پر رویا کریگی آرزو برسون
سر پلنے ہاتھ رکھکے سوئے ہین مثل سبو برسون

کیا ہی جب شراب ناب سے ہمنے وضو برسون

تغزل کے یہ نمونے ستر برس قبل کے ہین مگر زمانہ حال کی بدمذاقی بھی ملاحظہ کیجیے تاکہ نیک و بد کی تمیز مین آسانی ہو۔ آجکل ہندوستان مین غالب پرستی کی زہریلی ہوا چل رہی ہی۔ افسوس ہے کہ لکھنؤ کے بعض حضرات کے دماغ مین یہ ہوا ایسی سمائی ہے کہ یہ لوگ خود کو خوش مذاق بھی سمجھنے لگے ہین نہین بلکہ اپنے مذاق کے سوا دوسرون کے مذاق کو مبتذل سمجھتے ہین

جل جلالہ لکھنؤ ایسے شہر کے لیے ایسی بد مذاقی نہایت ہی ننگ کا باعث ہی" بدنام کنندۂ نکو نامے چند" حضرات اپنے ساتھ لکھنؤ کے ارباب کمال کو بھی بدنام کرنا چاہتے ہین پہلے مین انکے اعلان ہمہ دانی (جو بذریعہ اشتہار شایع کیا گیا ہی) کی نقل پیش کرتا ہون - ان حضرات نے چندہ کر کے ایک رسالہ نکالا ہی جسکے متعلق یہ اعلان شائع ہوا تھا ملاحظہ ہو:-

لکھنؤ کا یہ وہ نامور اور مستند ماہوار رسالہ ہی جسنے آج سو پچاس برس کے بعد میر و غالب کے گہری نیند سوے ہوے رنگ شاعری (سویا ہوا رنگ کیسا ہوتا ہی یاس) کو اپنی معجز نما کوششون کے ذریعہ سے جگانی کی طرح جگا دیا - (رنگ جگانا کونسا محاورہ ہی یاس) اور نہایت شایستگی سے اہل بصیرت کو دکھا دیا کہ مین ہون مین ہون تمام اردو شاعری کا قابل تقلید معلم (لاریب) میرے اجتہادات ایسے نہین کہ کوئی عقل سلیم چون چرا کر سکے - اے تو سہی جو ایک روز ساری مملکت اردو مین میرا ہی سکہ رائج الوقت نہ سمجھا جائے - اور یہ میرے ہی فرمان کا خلاصہ ہی کہ میری بیعت کرو یا شاعری چھوڑ دو (بہت اچھا) دعوے سے کہا جاتا ہے کہ مین اپنے رنگ کا آپ موجد ہون اور اسوقت اردو شاعری کی اصلاح میرے ہی دم قدم سے ہو رہی ہے" (کیا شک ہی یاس)

لکھنؤ مین ایک شخص متخلص بہ "آس" پیدا ہوے ہین انکے نام سے ایک رجز (جسمین میری اور آتش مغفور کی ہجو کی گئی ہی) زبان فارسی مین چھپوا کر چوک مین تقسیم کیا گیا تھا - مین اس شخص کا نام تو نہین لے سکتا جسنے آس کے پردہ مین یہ حرکت کی ہے کیونکہ آس جسکا تخلص رکھا گیا ہی وہ ایک ایسا شخص ہے جو کسی بیت کی تقطیع بھی نہین کر سکتا زبان فارسی مین نظم کرنا تو کجا وہ رجز یہ ہی-

رجز

هرآن کو نداند بداند مرا ؎ | ستایش کند تا تواند مرا
جہان پہلوان آتش پردل منم | بہ گردان معنی مقابل منم
سپر پیش من جملہ انداختند | رمیدند و مردند و دل باختند
ہلا! کلہ شان بدریم ما | سبے بزدلان شیر نریم ما
نہ از خیل آتش پرستان منم | بہ یزدان کہ درکیش یزدان منم
بکف اندرم نیزۂ از قلم | منم طعنہ بر مصحفی میزنم

منم مہر تابان چرخ سخن — کہ بے نور شد چشم انجم زمن
کند جلوہ چون صبح امید من — زند خندہ ہا بر لبان عید من
ولے ہجو من نیست اندر جہان — ہنر بر ثریا نہم ہنر بر ثریان
نماید اگر روے خود ہجو قیصر — بدل یاس را دیدہ دوزم بتیر
کہ در قلب مومن نگنجد ہراس — بود در دل کافران جاے یاس
دل کافران ہجو دوزخ بود — ز دوزخ پے یاس مطبخ بود
بہ قرآن کہ خواندیم لاتقنطوا — تفو بر رخ یاس اینک تفو
شکستم بدل یاس را نشترے — کہ چون من نباشد سخن گسترے
بنام خداوند بالا و پست — کنم یاس را نیست ہر جا کہ ہست
غلط فہمی یاس کردیم رفع — وگرنہ نبود از رجز ہیچ نفع
ہمانا کہ آن ہرزہ گو خودستا — چہا جو فروش است و گندم نما
چہ با صلح جوئیم و آزاد مرد — نداریم با کس خیال نبرد
مرا این چنین طرز گفتار نیست — بہ نافہمی ابلہان کار نیست
ز دل این خودی ہا فراموش کن — بیا قول سعدی زمن گوش کن

نہ دانی کہ ما را سر جنگ نیست
وگرنہ مجال سخن تنگ نیست

مجھے چونکہ ان حضرات معیار کا مذاق تغزل بالکل ناپسند ہے اور انکے دعوے اجتہاد پر ہنسی آتی ہے اس بنا پر ایک اشتہار مین مین نے اس امر کا اظہار کیا تھا کہ یہ حضرات صحیح معنون مین شاعر بھی نہین۔ اُسی کے جواب مین یہ رجز کہا گیا تھا مگر مجھے اتنا دماغ کہان کہ ان حاسدون پر مقدمہ چلاؤن اور ان حرکات نازیبا کی سزا دون بلکہ اس ہجو کو مین اپنا فخر جانتا ہون۔

مذکورہ بالا اعلان اجتہاد اور رجز سے ناظرین سمجھ سکتے ہین کہ ان حضرات کے دماغ صحیح ہین یا گیا۔ اب مین ان حضرات کی انوکھی شاعری کے کچھ نمونے پیش کرتا ہون ملاحظہ ہون ؎

(صفی)

تنہا مین کف ہاتھ پہ سر پاؤن مین زنجیر بہار — در زندان پہ کھنچی یون مری تصویر بہار

منھ مین کف اور ہاتھ پہ سر ہے معلوم کس کا سر ہاتھ پر ہے۔ کیونکہ اگر اپنا ہی سر بریدہ ہاتھ مین ہے تو پھر کف کس منھ مین ہے تن پہ تو سر باقی نہ رہا اور اگر اسی سر بریدہ کے دہن کف آلود کی طرف اشارہ ہے تو سبحان اللہ پھر معلوم پاؤن مین زنجیر بہار کیسی۔ اول تو یہ تصویر ہی سر سے پاؤن تک (منھ مین کف۔ ہاتھ پہ سر۔ پاؤن زنجیر بہار) مضحک ہی۔ دوم یہ نہین معلوم تصویر کھچی کس کی۔ تصویر بہار کھچی یا تصویر قایل؟ کیونکہ ایک لفظ تصویر کی اضافت دو دو طرف (یعنی مری اور بہار) سوائے مہمل ہونے کے کوئی معنی نہین رکھتی۔ مری تصویر کے ساتھ "بہار" کی ردیف بالکل بیکار ہے مگر ان حضرات کے نزدیک ردیف محض اک بیکار شئی ہے شعر سے کوئی معنوی تعلق ہونا ضرور نہین گویا اک سخن تکیہ ہے کہ اثنائے کلام مین جا و بیجا ٹھونس دیا جاتا ہی۔

صفی سنگ مدفن کو مرے غور سے دیکھا کسنے | خاک مین دوڑ گئے ریشۂ تاثیر بہار

وہی مثل ہے کہ راجا دیکھا رانی دیکھی حلق مین لکڑی کبھی نہ دیکھی۔ شاید جناب صفی نے high power کی کوئی خوردبین ایجاد کی ہے جس سے ریشۂ تاثیر بہار کو بہت غور سے معائنہ فرمایا ہے ورنہ آجتک "ریشۂ تاثیر" کسی نے دیکھے نہ سُنے۔ ایجاد بندہ اگرچہ گندہ۔ سنگ مدفن کو کسی نے غور سے دیکھا اور خاک مین ریشۂ تاثیر دوڑ گئے۔ آخر اسکا حاصل کیا ہوا۔

(عزیز)

دل کے ناسور کو مین کوچۂ جانان سمجھا	پئے تسکین یہ علاج غم پنہان سمجھا

نمعلوم کوچۂ یار کے عوض کوچۂ ناسور مین سیر کرتے رہے یا کیا۔ اگر یہی معنی ہین تو جناب عزیز کو بیٹھے ہوئے ناسور کی سیر کیونکر بھائی ذرا گھن نہ آئی۔ جناب عزیز صفی صاحب کے شاگرد ہین۔ آپ نے بھی اسی خوردبین سے کوچۂ ناسور کا معائنہ فرمایا تو کوچۂ جانان کی وسعت نظر آئی۔ قربان جاؤن کیا چیز ایجاد کی ہے۔ پیرس کے عجائب خانہ مین بھیجدینا چاہیے تھا مگر نہین عجائب خانہ مین بھیجدی جاتی تو جناب عزیز کے غم پنہان کا علاج کیونکر ہوتا۔

(عزیز)

مین نے پردہ جو اُٹھایا تو قیامت دیکھی	دل سمجھتا تھا کہ خلوت مین وہ تنہا ہونگے

یہ وہ شعر ہے کہ پڑھتے ہی سارا مشاعرہ چیخ اُٹھا تھا۔ ہر طرف سے پھر ارشاد ہو پھر ارشاد ہو کا غل مچ گیا تھا۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے تو کم سے کم سات دفعہ یہ شعر پڑھوایا

گیا اور جناب عزیز بھی جھوم جھوم کر متانت آمیز افتخار کے ساتھ اس شعر کو پڑھتے ہی رہے مگر لکھنو بھر مین اس شعر پر گفتگو ئین شروع ہو گیئن۔ ہر شخص یہی پوچھتا ہے کہ بھی پردہ اُٹھایا تو کیا دیکھا؟

بس اسے کچھ نہ پوچھو کیا دیکھا۔ خدا کسی غیرت دار کو یہ منظر نہ دکھائے۔ آخر کچھ فرمایئے تو اُف کچھ نہ پوچھو کس زبان سے کہون۔ دل تو یہ سمجھتا تھا کہ خلوت مین وہ تنہا ہون گے مگر کیا کہون کیا دیکھا۔ قیامت دیکھی۔ آخر کیا قیامت دیکھی۔ کیا خلوت مین کوئی غیر بھی گھس گیا تھا کیونکہ "دل سمجھتا تھا کہ خلوت مین وہ تنہا ہونگے" اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہی کہ خلوت مین وہ تنہا نہ تھے کوئی غیر بھی تھا اور قیامت کا سامنا تھا۔ آخر وہان کیا ہو رہا تھا کچھ کھل کے کہو کیا سچ مچ معاملہ بیڈھب تھا۔ سبحان اللہ کیا شعر ہے۔

واضح ہو کہ جناب عزیز کے نزدیک یہ شعر بالکل رنگ حقیقت مین شرابور ہے مگر لوگ کہتے ہین کہ مجاز کے گند سے پاک نہین ہے۔ بکری نے دودھ دیا مینگنیون بھرا۔ مجاز و حقیقت کو یکجا کرنا جناب عزیز سے کوئی سیکھے۔

(آبر)

بوند ہی بھر سہی کیون گر گئی پیمانے سے | سرخی اک گھٹ گئی مجھ رند کے افسانے سے

"بوند بھر" کی بلاغت تعریف سے مستغنی ہے۔ اس خوش مذاقی پر معیار جہان تک ناز کرے وہ کم ہے۔ رند اس بات پر مچلا ہوا ہے کہ پیمانے سے کیون گر گئی۔ بوند ہی بھر سہی مگر گری کیون۔

آبر

زندگی کا مری اک حصہ کچھ ایسا گزرا | جب خیال آتا ہے خود مجکو حیا آتی ہے

شاید یہ حصہ زندگی حرامپور مین گزرا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاعر رنگ بیحیائی مین بالکل لت پت تھا اور اب اُسکو اپنے گزشتہ افعال قبیح پر شرم آتی ہے۔ جناب آبر معیار کے فاضل ایڈیٹر ہین اور خود کو غالب کا مقلد کہتے ہین مگر غالب مغفور کی روح کو ایسے مقلدین کی ذات سے سخت صدمہ پہونچتا ہو گا۔ کیونکہ اُنکا دامن کمال اس قسم کے لغویات سے ہرگز آلودہ نہین ہے۔

(آبر)

سنبھال لے کوئی چکر سا آ رہا ہے مجھے | کہ دیکھ لی ہے جما کر نظر فزائے بہار

فزا کا قافیہ "ز" کی قید کے ساتھ دیا گیا تھا یعنی "فضا" بالضاد نہین نظم کر سکتے تھے اس حالت مین فقط جانفزا یا جنون فزا وغیرہ آسکتا تھا۔ فضا نہین آسکتا تھا۔ جناب آبر نے "ز" کی قید کے ساتھ نظم تو کیا مگر "فزا" کے وہ معنی لیے جو "فضا" کے ہین جناب آبر کے

علم و تبحر کا ثبوت اس سے بڑھکر اور کیا ہوسکتا ہے کہ آپ معیار کی ایڈیٹوریل چیر (Editorial Chair) پر جلوہ فرما ہین پھر ایسے شخص کی نسبت کس احمق کو غلط گوئی کا احتمال ہوسکتا ہے۔ پھر کیا بات ہی؟ بات یہ ہے کہ "فزا" بمعنی فضا استعمال کرنا خاص الخاص جناب آبر کا تصرف اور اجتہاد ہے خدا مبارک کرے۔

یاس | دوڑی جاتی ہی گھٹا سوے چمن بادہ کشو | | پردۂ غیب سے ہونے لگی تدبیر بہار

معیار کا سالانہ مشاعرہ تھا جسمین مین نے یہ شعر پڑھا تھا۔ اُس مشاعرہ مین جناب آبر نے اس قافیہ مین کوئی شعر نہین پڑھا تھا۔ مگر جب معیار مین یہ مشاعرہ چھپکر شائع ہوا تو میرے شعر کے تحت مین جناب آبر کا یہ شعر نظر آیا۔

ابر کے لگے یہ کہتے سوے گلشن آئے | | پردۂ غیب سے یون ہوتی ہی تدبیر بہار

جناب آبر اگر مشاعرہ مین یہ شعر پڑھے ہوتے تو یہ سمجھا جاتا کہ مضمون لڑ گیا۔ مگر چھ مہینے کے بعد یاس کے شعر کو بگڑے ہوے قالب مین ڈھال کر سلک مین اپنے نام سے پیش کرنا نہایت بیغیرتی ہی۔ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔

معذرت

ناظرین جو کچھ مین نے ان سطرون مین لکھا ہے وہ محض دلسوزی اور محبت کی راہ سے لکھا ہے ورنہ غالب مغفور سے یا اُنکے مقلدین سے مجھے کوئی عداوت تو ہے نہین مگر جب کوئی بات حد اعتدال سے بڑھجاتی ہے تو نخواہ مخواہ طبیعت کو تنفر پیدا ہوتا ہے اگر ایسی ہی دقت پسندی کا شوق ہی تو مومن کا رنگ کیون نہ اختیار کیجئے کہ زبان اُردو کی صورت تو بگڑنے نہ پائے۔ ورنہ تغزل کے متعلق میری یہی استدعا ہے کہ میر و آتش کے اصلی رنگ طبیعت کو پہچاننے کی کوشش کیجئے اور پھر انھین دونون حضرات کی تقلید کیجئے تو بہتر ہے آئندہ اختیار باقی ہی والسلام خیر ختام۔

کمترین

مرزا واجد حسین یاس آتش پرست

جھوائی ٹولہ لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علم عروض

عروض اُس علم کو کہتے ہین جس سے کلام موزون وغیر موزون (یعنی نظم ونثر) مین فرق کیا جاتا ہے۔ ہر شاعر کو (خواہ وہ فطرتاً موزون طبع ہو یا نہو) اس علم کے جاننے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جو بحرین آپس مین مشابہ ہین یا اُنمین بہت ہی کم فرق پایا جاتا ہے وہان موزون طبع شاعر کو بھی دھوکا ہوجاتا ہے۔ شاعر ہزار موزون طبع ہو مگر (سوائے چند بحرون کے جو اُسکے ملک مین رائج ہوتی ہین یا جنسے اُسکے کان آشنا ہوتے ہین) تمام بحرون پر قدرت نظم نہین رکھتا۔ فارسی اور عربی کی کتنی بحرین ایسی ہین جنمین شعر کہنا تو کجا موزون پڑھنا دشوار ہے۔ شاعر اگر عروض نہین جانتا تو تقطیع حقیقی وغیر حقیقی مین امتیاز نہین کرسکتا کیونکہ بحرون کے ارکان صحیح کی اُسکو خبر نہین ہوتی ایک بحر کے ارکان دوسری بحر مین داخل کرکے اپنی طبع موزون کی تشفی کرلیتا ہے مگر از روئے فن وہ تقطیع صحیح نہین ہوتی مثلاً فرض کیجئے کسی کا یہ شعر ہو ؎

جو بلند خاک دل سے کبھی کچھ غبار ہوتا	مری جاذب بیکسی کا وہ اک اشتہار ہوتا

اور وہ اسکی تقطیع اس وزن پر کرتا ہے متفاعلن فعولن متفاعلن فعولن تو یہ تقطیع حقیقی نہ ہوگی کیونکہ یہ شعر بحر رمل مشکول مین ہے جسکا وزن صحیح یہ ہے فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن۔ بحر رمل مین متفاعلن اور فعولن کبھی نہین آتا۔ لہذا متفاعلن فعولن والی تقطیع غیر حقیقی ہے اور یہ غلطی علم عروض اور زحافات کے نہ جاننے سے ہوتی ہے۔

مختلف بحرون کے زحافات جاننے سے یہ بھی آسانی ہوتی ہے کہ جس لفظ خاص کو شاعر کسی مصرعہ مین لانا ضروری سمجھتا ہے تو اُسکو تغیر زحافات کی مدد سے مصرعہ مین

کھپا سکتا ہے اور اگر زحافات سے بیخبر ہے تو اُس لفظ کی جگہ دوسری لفظ غیر مانوس لانے پر مجبور ہو جاتا ہی۔

زحافات کے عدم واقفیت کے سبب اکثر موزون مصرعے ناواقفان فن کو ناموزون معلوم ہوتے ہین چنانچہ صفی لکھنوی نے بحر ہزج اخرب مین ایک نظم کہی تھی جسکا ایک مصرعہ یہ ہی ع

مشرق کا سر اُٹھکر مغرب سے ملا دینگے

اسی نظم مین ایک مصرعہ یہ بھی ہی ع وقت آنے دو وقت آنے دو پھر تمکو بتا دینگے

اس مصرعہ پر بعض حضرات نے شاعر کا مبلغ علم آزمانے کے لئے یہ اعتراض جڑ دیا کہ ایک سبب خفیف بڑھتا ہے صفی نے اپنے اس موزون مصرعہ کو ناموزون سمجھکر کاتب کے سر بلا ٹالی اور مصرعہ کو بدل دیا ع

وقت آنے دو وقت آنے دو پھر تمکو بتا دینگے

زحاف نہ جاننے کے سبب صفی کو یہ دھوکا ہوا ورنہ اس غلط اعتراض کو صحیح مان کر مصرعہ بدل نہ دیتے۔ اچھے خاصے مصرعہ کو ناموزون سمجھکر مہمل سا مصرعہ (جس مین زبان کی خامی دہقانیت کا دھوکا دیتی ہی) اوس کے عوض نہ رکھتے۔ یہ دونون مصرعے اگرچہ دو وزن رکھتے ہین مگر اہل فن جانتے ہین کہ بحر ہزج اخرب مین ان دونون وزنون کے اجتماع سے کلام ناموزون نہین ہوتا۔ کیونکہ مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ مفاعیلن سے دوسرا وزن مفعولُ مفاعیلن مفعولُ مفاعیلن پیدا ہوتا ہے اور ان دونون کا اجتماع صحیح ہے یعنی مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ مفاعیلن کے حشو دوم (مفاعیلُ) کی میم ساکن ہوکر حشو اول (مفاعیلُ) کے لام سے مل جاتی ہے تو مفعولُ مفاعیلم فاعیل مفاعیلن رہجاتا ہے اور اسکو مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن سے بدل دیتے ہین یعنی ایک وزن سے دوسرا وزن پیدا ہوتا ہے اور ان دونون کا اجتماع از روے فن صحیح ہے۔ حشو دوم کی میم کو ساکن کیون کیا اسکی وجہ یہ ہے کہ حشو اول کا لام اور حشو دوم کی میم اور فے یہ تینون حروف متحرک ہین اور جہان تین حرکتین متواتر پائی جائین وہان حرف اوسط کو ساکن کر دیتے ہین اسکو علم عروض مین تسکین اوسط کہتے ہین۔ چنانچہ بحر ہزج مسدس اخرب مین بھی تسکین اوسط کا زحاف لگا کر مفعولُ مفاعلن فعولن کو مفعولن فاعلن فعولن بنا لیتے ہین اور اجتماع ان دونون

وزنون کا بھی صحیح ہی۔ اسی طرح اور بحرون مین زحافات لگا کر شاعر حسب خواہ الفاظ صرف کر سکتا ہے اور یہ بغیر علم عروض حاصل کیے ممکن نہین۔

شعر کی تعریف

جمہور شعرا کے نزدیک شعر کی تعریف یہ ہے کہ موزون ہو مقفیٰ ہو بامعنی ہو اور بالقصد کہا گیا ہو۔

علم عروض کے اعتبار سے یہ تعریف شاید کافی سمجھی جاوے ورنہ فقط ان شرطون کے ساتھ شعر شعر کہلانے کا مستحق نہین ہوسکتا ہان کلام موزون یا نظم کہا جاسکتا ہے کیونکہ بلاغت کے اعتبار سے شعر کے لیے مقتضاے معنی حال سب سے پہلی اور ضروری شرط ہے اس بنا پر کلام مخیل و موزون کا نام شعر ہے۔ یہ لفظ مخیل تمام محاسن سخن کی شرطون کو پورا کرنے کے لیے نہایت ہی جامع و مانع ہی۔

مخیل سے یہ مراد نہین ہی کہ دور از قیاس اور غیر ممکن الوقوع باتون پر شعر کی بنا ہو بلکہ فطرت عادت اور اصلیت پر مبنی ہو مقتضاے حال کے مطابق ہو اور مزید بران تخئیل مین کچھ ایسی تازگی و جدت ہو کہ شاعر اور غیر شاعر کے انداز بیان مین کوئی خاص امتیاز پایا جائے۔ مشہور ہے کہ ورلے شاعری چیزے دگر ہست۔ چیزے دگر سے یہی جدت و رفعت تخئیل مراد ہے بعضون کا یہ قول ہے کہ اسی جدت تخئیل اور نرالے انداز بیان کا نام شاعری ہی اور جس کلام مین یہ بات پائی جائے وہ موزون نہ بھی ہو مگر شعر کہا جاسکتا ہی۔

بعضون نے شعر مین قصد اور ارادے کی قید نہین لگائی ہو مگر یہ باتین قابل قبول نہین۔ کیونکہ اثناے تقریر مین اکثر ایسے کلمات زبان پر جاری ہو جاتے ہین جنھین میزان عروض مین تو لیے تو موزون نکلین گے۔ قرآن مین اکثر آیتین ایسی ہین جو از روے عروض موزون ہین مگر ان کا حساب شعر مین نہین ہوسکتا۔ شعر کے لیے وزن۔ قافیہ۔ ارادہ اور مقتضاے معنی حال کی مناسبت ضروری ہی۔

بعض عروضیون نے شعر کے لیے قافیہ کی قید بھی نہین روا رکھی ہے اور سکاکی نے بھی اس قول کی تائید کی ہے۔ سعدی کے ہان بھی ایک غزل مین سواے مطلع کے اور کہین قافیہ نہین آیا ہی ؎

اے ماہ عالم سوز من از من چرا رنجیدۂ	وی شمع شب افروز من از من چرا رنجیدۂ
یک شب ترا مہمان کنم تا جان و دل قربان کنم	جای تو در چشمان کنم از من چرا رنجیدۂ
من سعدی دلخواہ تو ابروئے تو چون ماہ نو	من یار نیکو خواہ تو از من چرا رنجیدۂ

مگر اس بنا پر قافیہ کو غیر ضروری ٹھہرانا قابل تسلیم نہین ہو سکتا۔

ارکان اور اُنکے اجزاء

شعر مختلف بحرون مین کہے جاتے ہین۔ ان بحرون کے مختلف اوزان ہین خلیل ابن احمد بصری (موجد علم عروض) نے بحرون کے اوزان قائم کرنے کے لیے دس ارکان مقرر کیے ہین اُن کو ارکان عشرہ یا اصول افاعیل کہتے ہین وہ دس ارکان یہ ہین۔ فعولن[1]۔ فاعلن[2]۔ مفاعیلن[3]۔ فاعلاتن[4] (متصل)۔ فاع لاتن[5] (منفصل) مستفعلن[6] (متصل) مس تفع لن[7] (منفصل) مفعولات[8] (تاے مضموم بلا تنوین) متفاعلن[9]۔ مفاعلتن[10]۔ یہ دسون ارکان تین قسم کے کلمون سے مرکب ہین جنکو اصول سہ گانہ کہتے ہین۔ وہ یہ ہین سبب[1]۔ وتد[2]۔ فاصلہ[3]

سبب کلمہ دو حرفی کو کہتے ہین۔ اسکی دو قسمین ہین سبب خفیف[1] دوسرے سبب ثقیل[2]۔

سبب خفیف وہ ہے جسکا پہلا حرف متحرک اور دوسرا ساکن ہو جیسے ہم۔ اور تم۔

سبب ثقیل وہ ہے جسکا دوسرا حرف بھی متحرک ہو جیسے ہمہ اور دمہ (یہان "ہ" فقط اظہار حرکت کے لیے ہے کوئی حرف مستقل نہین ہے) یا جیسے "دل حزین" مین حرکت لام (بحالت اضافت) سبب ثقیل کا وجود اُردو مین نہین پایا جاتا۔ کیونکہ دوسرا حرف متحرک نہین ہوتا۔ عطف و اضافت کی وجہ سے متحرک ہو جانا اور بات ہے۔

وتد کلمہ سہ حرفی کو کہتے ہین۔ اسکی بھی دو قسمین ہین۔ وتد مجموع اور وتد مفروق۔

وتد مجموع وہ کلمہ سہ حرفی ہے جسکا پہلا اور دوسرا حرف متحرک اور تیسرا ساکن ہو جیسے نبی اور علی چلن اور چلین۔ وغیرہ۔

وتد مفروق وہ کلمہ سہ حرفی ہے جسکا اول اور آخر حرف متحرک ہو اور بیچ کا حرف ساکن ہو جیسے لالہ اور ہالہ (یہان بھی "ہ" اظہار حرکت کے لیے ہے) یا جیسے "نام علی" مین حرکت میم (بحالت اضافت)۔ وتد مفروق الفاظ عربی سے مخصوص ہے۔ فارسی اور اُردو مین اسکا وجود نہین کیونکہ تیسرا حرف دراصل متحرک نہین ہوتا عطف و اضافت کی وجہ سے متحرک ہو جانا امر آخر ہے۔

فاصلہ کی بھی دو قسمین ہین۔ فاصلہ صغریٰ اور فاصلہ کبریٰ۔

فاصلہ صغریٰ اُس کلمہ چار حرفی کو کہتے ہین جسمین اول کے تین حروف متحرک ہون اور چوتھا ساکن ہو جیسے علوی اور صفوی۔

فاصلہ کبریٰ اُس کلمۂ پنج حرفی کو کہتے ہین جسمین اول کے چار حروف متحرک ہون اور پانچوان ساکن ہو جیسے شکنمش نشکند وغیرہ۔ اردو مین فاصلہ کی مثال نہین ملتی بعض عروضی فاصلہ کے قایل نہین ہین۔ فاصلہ صغریٰ کو سبب ثقیل اور سبب خفیف کا مجموعہ کہتے ہین اور فاصلہ کبریٰ کو سبب ثقیل اور وتد مجموع سے مرکب جانتے ہین یعنی ارکان کی ترکیب صرف سبب اور وتد سے ہے فاصلہ کوئی چیز نہین ہی۔

ارکان کی ترکیب

انھین ارکان ثلاثہ کو باہم ترکیب دیکر اُصول افاعیل قائم کیے گئے ہین۔ چنانچہ فعولن اور فاعلن وتد مجموع اور سبب خفیف سے مرکب ہین فرق یہ ہی کہ فعولن مین وتد سبب کے پہلے واقع ہوا ہے اور فاعلن مین اسکے برعکس مستفعلن۔ مفاعیلن۔ اور فاعلاتن دو سبب خفیف اور ایک وتد مجموع سے مرکب ہین۔ فرق یہ ہے کہ مستفعلن مین دونون سبب خفیف وتد مجموع سے مقدم ہین۔ اور مفاعیلن مین اسکے برعکس۔ اور فاعلاتن مین ایک سبب وتد کے پہلے ہی اور ایک بعد

مس تفع لن فاع لاتن۔ مفعولاتُ۔ دو سبب خفیف اور ایک وتد مفروق سے مرکب ہین۔ فرق یہ ہے کہ مس تفع لن مین وتد مفروق بیچ مین ہے اور فاع لاتن مین مقدم اور مفعولاتُ مین مؤخر ہے۔

متفاعلن اور مفاعلتن فاصلہ صغریٰ اور وتد مجموع سے مرکب ہین۔ فرق یہ ہی کہ متفاعلن مین فاصلہ پہلے ہے اور مفاعلتن مین وتد۔

پہلا مستفعلن جو دو سبب خفیف اور ایک وتد مجموع سے مرکب ہی متصل کہلاتا ہی اور دوسرا مس تفع لن جو دو سبب خفیف اور ایک وتد مفروق سے مرکب ہی منفصل کہلاتا ہی اسی طرح فاعلاتن جو دو سبب خفیف اور ایک وتد مجموع سے مرکب ہی متصل کہلاتا ہے اور فاع لاتن جو دو سبب خفیف اور ایک وتد مفروق سے مرکب ہی منفصل کہلاتا ہی۔

بحرین

خلیل ابن احمد نے ارکان عشرہ کی باہمی ترکیب و تکرار سے مندرجہ ذیل پندرہ بحرین ایجاد کی ہین۔ طویل[1]۔ مدید[2] بسیط[3]۔ وافر[4] کامل[5]۔ رجز[6]۔ ہزج[7]۔ رمل[8] مقتضب[9] منسرح[10] سریع[11] خفیف[12] مجتث[13] مضارع[14] اور متقارب[15]۔ اسکے بعد سولھوین بحر متدارک[16] ابوالحسن اخفش نے نکالی۔ پھر اہل فارس نے تین بحرین اور ایجاد کین۔ ایک بحر قریب[17] جسکا موجد یوسف نیشاپوری ہے۔ دوسری جدید[18]۔ اسکا موجد بزرجمہر ہے تیسری مشاکل[19] اسکے موجد کا نام معلوم نہین۔ یہ سب بحرین ملکر انیس[19] ہوئین۔ مگر خلیل کی پندرہ بحرون مین سے پانچ بحرین (طویل[1]۔ مدید[2] بسیط[3]۔ وافر[4] کامل[5]) عربی سے مخصوص ہین اور تین بحرین۔ قریب[1]۔ وجدید[2] و مشاکل[3] جو اہل فارس کی ایجاد ہین فارسی سے مخصوص ہین۔ ان آٹھ بحرون کو نکال کر گیارہ بحرین جو باقی رہتی ہین وہ عربی فارسی اور اردو مین مشترک ہین۔ اہل عرب نے اپنی سولہ بحرون مین سے صرف پانچ بحرون کو (طویل۔ مدید بسیط۔ متقارب۔ متدارک) مثمن وضع کیا ہے اور باقی گیارہ کو مسدس مگر اہل فارس نے سواے سریع و خفیف اور اپنی ایجاد کردہ تین بحرون کے باقی چودہ بحرون کی اصل مثمن قرار دی ہے۔ لہذا ہم ہر بحر کے ارکان (جسطرح پر اہل فارس نے قائم کیے ہین) ذیل مین درج کرتے ہین۔

(۱) طویل مثمن۔ فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن

(۲) مدید مثمن۔ فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن

(۳) بسیط مثمن۔ مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن

(۴) متقارب مثمن۔ فعولن فعولن فعولن فعولن

(۵) متدارک مثمن۔ فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن

(۶) وافر مثمن۔ مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن

(۷) کامل مثمن۔ متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

(۸) ہزج مثمن۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

(۹) رجز مثمن۔ مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن

(۱۰) رمل مثمن۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

(۱۱) مجتث مثمن - مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن -
(۱۲) مضارع مثمن - مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن
(۱۳) منسرح مثمن مستفعلن مفعولاتُ مستفعلن مفعولاتُ
(۱۴) مقتضب مثمن - مفعولاتُ مستفعلن مفعولاتُ مستفعلن
(۱۵) خفیف مسدس - فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن
(۱۶) سریع مسدس - مستفعلن مستفعلن مفعولاتُ
(۱۷) قریب مسدس - مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن
(۱۸) جدید مسدس - فاع لاتن فاع لاتن مستفعلن -
(۱۹) مشاکل مسدس - فاع لاتن مفاعیلن مفاعیلن

بیت کے اقسام والقاب

جس بیت مین آٹھ رکن ہوتے ہین اُسے مثمن اورجسمین چھ رکن ہوتے ہین اُسکو مسدس کہتے ہین - اور یہی دو طریقے شعراے عجم مین مستعمل ہین - باقی مربع و مثلث و مثنی و موحد مخصوصات عرب مین ہین -

تعداد ارکان کے اعتبار سے بیت کی چار[۴] قسمین ہین وافی[۱] - مجزو[۲] - مشطور[۳] - منہوک[۴]

وافی اُس بیت کو کہتے ہین جسکے ارکان کی تعداد (اصلی تعداد جتنے واضع نے مقرر کر دیے ہین) سے کم نہو! ور مجزو[۲] اُس بیت کو کہتے ہین جسکے دو ارکان کم کر دیے گئے ہون - یعنی بیت مثمن مجزو ہوکر مسدس رہجائے گی - اور بیت مسدس مربع رہجائے گی -

مشطور[۳] اُس بیت کو کہتے ہین جسکے ارکان اصلی تعداد کا نصف ہون - اور منہوک[۴] اُس بیت کو کہتے ہین جسکے دو ثلث ساقط ہوگئے ہون - ایک ثلث باقی رہگیا ہو - یہ قسم بیت مسدس الاصل کے لیے مخصوص ہے جسمین سے دو ثلث (یعنی چار ارکان) حذف ہوکر ایک ثلث یعنی دو ارکان باقی رہجاتے ہین -

جسطرح ارکان کی تعداد مین قطع و برید ہوتی ہے اسی طرح ارکان کے حروف و حرکات مین کبھی تغیر ہوتا ہے اس تغیر کا نام زحاف ہے جسکا بیان آگے آتا ہے اور باعتبار اس تغیر کے بیت کی دو قسمین ہین سالم اور مضاحف - سالم اُس بیت کو

کہتے ہین جسکے سب ارکان اپنی اصلی حالت پر ہون۔ حروف وحرکات کا تغیر نہوا ہو قطع نظر اسکے کہ تعداد مین بھی پورے ہون یا نہون۔

مزاحف اُس بیت کو کہتے ہین جسکے بعض یا سب ارکان مزاحف ہون اپنی اصلی حالت پر نہون حروف وحرکات کا تغیر واقع ہوا ہو عام اس سے کہ تعداد مین بھی پورے ہون یا نہون۔ پس بیت کی آٹھ قسمین ہوئین۔ وافی سالم ووافی مضاحف۔ مجزو سالم ومجزو مضاحف مشطور سالم ومشطور مزاحف۔ منہوک سالم ومنہوک مزاحف۔

اجزاے بیت

بیت کے دو حصے ہوتے ہین اور ہر حصہ کا نام مصرعہ ہی پہلے مصرعہ کے رکن اول کو صدر اور رکن آخر کو عروض کہتے ہین دوسرے مصرعہ کے رکن اول کو ابتدا اور رکن آخر کو ضرب کہتے ہین اور باقی اجزا کو حشو کہتے ہین۔ اسی سبب سے مثمن مین چار اور مسدس مین دو حشو ہوتے ہین۔ مربع مین کوئی حشو نہین ہوتا۔

تقطیع

لغت مین تقطیع کے معنی پارہ پارہ کرنے کے ہین۔ اور اصطلاح عروض مین الفاظ بیت کے اتنے ٹکڑے کرنے کو کہتے ہین جتنے اُس بحر کے ارکان ہون یعنی الفاظ بیت کے حروف ارکان بیت کے حروف پر اسطرح بٹھائے جائین کہ متحرک کے مقابل متحرک اور ساکن کے مقابل ساکن ہو۔ جس تقدیم وتاخیر سے متحرک اور ساکن حروف ارکان مین واقع ہوے ہون اُسی ترتیب سے بیت کے حروف بھی ہون مگر یہ ضرور نہین کہ مفتوح کے مقابل مفتوح مکسور کے مقابل مکسور اور مضموم کے مقابل مضموم ہی ہو بلکہ کوئی حرکت ہو حرکت کے مقابل مین آنا چاہیئے جیسے مفاعیلن کے وزن پر "پشیمانی"۔ تقطیع مین یہ ضرور نہین کہ ایک رکن واحد کے مقابل لفظ واحد ہی آئے بلکہ ایک رکن کی جگہ پر ایک سے زیادہ لفظ بھی آسکتے ہین جیسے مفتعلن کے وزن پر "چار گھڑی"۔ تقطیع مین کسی لفظ کے حرف ساکن کو متحرک بنا لینا بھی درست ہی جیسے "چار گھڑی" کی "ر" کو مفتعلن کی "ت" کے مقابل مین لاکر متحرک بنا لیتے ہین۔

تقطیع مین حروف ملفوظی کا اعتبار ہوتا ہے یعنی جو حروف لکھنے مین آتے ہین مگر پڑھے نہین جاتے وہ تقطیع مین نہ لیے جائین گے اسیطرح جو حروف لکھے نہ جائین اور تلفظ مین اُنکا وجود ہو تو وہ تقطیع مین لیے جائین گے جیسے "واللہ" مین لام مشدّد دو حرفون کا حکم رکھتا ہی اور اس لام مشدد کے بعد ایک الف بھی ترکیب لفظ مین شامل ہے بوقت ضرورت تقطیع مین دکھایا جائے گا۔ اور اسی لفظ وَاللہ مین واو کے بعد جو الف ہے اگرچہ لکھا جاتا ہی مگر تلفظ مین نہین آتا لہٰذا تقطیع مین نہ لیا جائے گا۔ اسی طرح ہاے مختفی اور واو عاطفہ کبھی محسوب ہوتا ہی کبھی نہین۔ مگر واو معدولہ کا وجود تقطیع مین کالعدم ہی۔ اور حروف مدہ کے بعد اگر دو ساکن جمع ہوتے ہین (جیسے گوشت پوست وغیرہ) تو ایک گر جاتا ہے۔ الفاظ عربی مین الف لام تعریف جب تلفظ مین نہین آتا تو تقطیع مین گرا دیا جاتا ہے جیسے ضرور بالضرور والسلام وغیرہ

تقطیع مین نون غنّہ باقی نہین رہتا۔ حرف صحیح یا حرف علت کے بعد اگر الف آتا ہے تو حسب ضرورت الف کو گرا دیتے ہین اور اسکی حرکت حرف ماقبل کی طرف منتقل کرکے بعد کے حرف سے ملا دیتے ہین۔ ہندی الفاظ مین جو حروف علت آتے ہین اُنکو تقطیع مین بوقت ضرورت بے تکلف گرا دیتے ہین۔ زبان اُردو مین عربی یا فارسی کے حروف علت بھی اگر گرا دیے جائین تو کوئی غلطی نہین ہی مگر احتیاط چاہیئے ہی۔ اساتذہ نے اسکی پابندی نہین کی ہی۔ الفاظ ہندی مین حروف مخلوطہ کا وجود نہین ہی۔ لہٰذا تقطیع مین حرف مستقل کا حکم نہین رکھتے۔ جیسے پھرنا۔ گھرنا اور گرنا سب ایک وزن پر ہین ہاے مخلوطہ کوئی حرف مستقل نہین بلکہ پھ اور گھ ملکر ایک حرف شمار کیے جاتے ہین۔ اسی طرح بندھ گیا اور لدگیا ایک وزن پر ہی۔ "بندھ" مین نون اور ہاے مخلوطہ ہی۔

زحافات

اُصول افاعیل مین بباعث نقصان حرکت یا نقصان حرف یا زیادتی حرف کے تغیر واقع ہوتا ہی تو اس تغیر کو زحاف اور اُن ارکان متغیرہ کو مزاحف یا فروع ارکان کہتے ہین۔

زحافات تین قسم کے ہوتے ہین ایک وہ جو ہر جگہ بیت مین آتے ہین کسی خاص جگہ سے مخصوص نہین۔ اس قسم کے زحافات عام کہلاتے ہین۔ دوسرے وہ جو صدر و ابتدا سے مخصوص ہین۔ تیسرے وہ جو عروض و ضرب کے لیے مختص ہین۔ مؤخر الذکر

دونون قسمین خاص کہلاتی ہین۔

قسم اول (زحافات عام)

عام زحافات چھ ہین خبن[۱] طی[۲] قبض[۳] کف[۴] خبل[۵] اور شکل[۶] اصول افاعیل مین سبب خفیف کا حرف ساکن یا تو دوسرا حرف ہوتا ہے (جیسے مستفعلن متصل اور منفصل کی سین اور فاعلاتن متصل اور فاعلن کا الف اور مفعولاتُ کی ف) یا چوتھا حرف ہوتا ہے (جیسے مستفعلن متصل مین ف اور مفعولات کا واؤ) یا پانچوان حرف ہوتا ہو (جیسے فعولن کا نون اور مفاعیلن کی ی) یا ساتوان حرف ہوتا ہے (جیسے فاعلاتن متصل اور منفصل اور مس تفع لن منفصل اور مفاعیلن مین نون) پس اگر سبب خفیف کا حرف ساکن دوسری جگہ سے گرے تو اُسکو خبن کہین گے اور اگر چوتھے مقام سے ساقط ہو تو اسکو طی کہینگے اور اگر پانچوین جگہ سے گرے تو اسکو قبض کہینگے اور ساتوین جگہ سے گرے تو اُسکو کف کہین گے۔ اور خبن وطی کے مجموعہ کو خبل کہتے ہین اور خبن وکف کے مجموعہ کو شکل کہتے ہین جن ارکان مین خبن ہوگا اُنھین مخبون اور جہان طی واقع ہوگا انھین مطوی اور جہان قبض واقع ہوگا اُنھین مقبوض اور جہان کف ہوگا انھین مکفوف اور جنمین خبل واقع ہوگا اُنھین مخبول اور جنمین شکل ہوگا اُنھین مشکول کہینگے۔ جب کوئی رکن مزاحف ہوکر غیر مانوس ہجاتا ہو تو اُسے لفظ مانوس متفق الوزن سے بدل دیتے ہین اور مزاحف ہونیکے بعد غیر مانوس نہو تو اُسے اپنی حالت پر چھوڑ دیتے ہین۔ مثلاً

خبن پانچ ارکان مین واقع ہوتا ہو

نمبر	رکن سالم	بحالت تغیر	بدل	
۱	مستفعلن (متصل)	متفعِلن	مفاعلن	
۲	مس تفع لن (منفصل)	متفع لن	مفاعلن	
۳	مفعولاتُ	معولاتُ	فعولاتُ	
۴	فاعلاتن۔	فِعلاتن	فِعلاتن	بدلا نہین جاتا
۵	فاعلن	فعِلن	فعِلن	"

طی دو ارکان مین ہوتا ہی

نمبر	رکن سالم	بحالت تغیر	بدل	
۱	مستفعلن (متصل)	مستعلن	مفتعلن	
۲	مفعولاتُ	مفعلاتُ	فاعلاتُ	

قبض دو رکنون مین واقع ہوتا ہی

نمبر	رکن سالم	بحالت تغیر	بدل	
۱	فعولن	فعولُ	فعولُ	بدلا نہین جاتا
۲	مفاعیلن	مفاعلن	مفاعلن	″

کف چار رکنون مین ہوتا ہی

نمبر	رکن سالم	بحالت تغیر	بدل	
۱	فاعلاتن (متصل)	فاعلاتُ	فاعلاتُ	بدلا نہین جاتا
۲	فاع لاتن (منفصل)	فاع لاتُ	فاع لاتُ	″
۳	مس تفع لن (منفصل)	مستفعلُ	مستفعلُ	″
۴	مفاعیلن	مفاعیلُ	مفاعیلُ	″

خبل ان دونون ارکان مین واقع ہوتا ہی

نمبر	رکن سالم	بحالت تغیر	بدل	
۱	مستفعلن (متصل)	مُتَعِلُن	فَعِلَتُن	

۲	مفعولاتُ	مَعُلاتُ	فعِلاتُ	

شکل دوارکان مین واقع ہوتا ہی

نمبر	رکن سالم	بحالت تغیر	بدل	
۱	مس تفع لن منفصل	مُتفعِلُ	مفاعلُ	
۲	فاعلاتن متصل	فَعلاتُ	فعلاتُ	بدلا نہین جاتا

خبن بحر رجز ورمل۔ مدید وبسیط۔ متدارک وسریع۔ خفیف ومجتث منسرح ومقتضب مین واقع ہوتا ہی۔

طی بحر بسیط ورجز۔ سریع ومنسرح ومقتضب مین آتا ہی۔

قبض بحر طویل وہزج۔ متقارب ومضارع مین واقع ہوتا ہی

کف۔ بحر طویل ومدید۔ ہزج ورمل خفیف ومجتث و مضارع مین آتا ہی۔

شکل۔ بحر رمل ومدید۔ خفیف ومجتث ومقتضب مین آتا ہی۔

خبل۔ بحر منسرح مین آتا ہی۔

قسم دوم

جو زحافات صدر وابتدا سے مخصوص ہین وہ پانچ ہین۔ خرم۔ ثلم۔ ضرب۔ شتر۔ ثرم۔ مفاعیلن کی میم گرا دینے کو خرم کہتے ہین اور فعولن کی ف گرانے کو ثلم۔ اور مفاعیلن مین خرم وکف کے اجتماع کو خرب اور خرم وقبض کے اجتماع کو شتر کہتے ہین۔ اور فعولن مین ثلم وقبض کے اجتماع کو ثرم کہتے ہین۔

اصل یہ ہے کہ جس رکن کے سرے پر وتد مجموع ہو اُسکے پہلے حرف کو گرا دینے کا نام خرم ہی۔ چونکہ یہ زحاف تین رکنون مین آتا ہی اسلیے ہر جگہ اسکا ایک نیا نام ہی چنانچہ مفاعیلن مین خرم اور فعولن مین ثلم اور مفاعلتن مین عضب کہتے ہین۔ عضب مخصوصات عرب مین سے ہی۔ جن ارکان مین یہ زحاف واقع ہونگے اُنکو اخرم۔ اثلم۔ اخرب۔ اشتر۔ اثرم وغیرہ کہینگے

مثالین مع بدل

مفاعیلن اخرم ہوکر مفعولن سے اور اخرب ہوکر مفعولُ سے بدلا جائے گا اور اشتر ہوکر فاعلن باقی رہیگا بدلا نہین جائے گا۔

فعولن اثلم ہوکر فعلن (عین ساکن) سے اور اثرم ہوکر فعلُ (عین ساکن اور لام مضموم) سے بدلا جائے گا۔ عرب مین یہ پانچوین زحاف صدر و ابتدا سے مخصوص ہین مگر اہل فارس نے انکو کسی مقام سے مخصوص نہین کیا ہے بلکہ کبھی کبھی خرم و ثلم کو عروض و ضرب مین استعمال کرتے ہین لیکن حشو مین خرم کرتے ہین تو اُس وقت اُسکا نام خرم نہین رہتا بلکہ تخنیق کہتے ہین اور اُس رکن کو مخنوق۔

قسم سوم

جو زحافات عروض و ضرب سے مختص ہین وہ تیرہ[13] ہین۔ قطع[1]۔ حذذ[2]۔ اذالہ[3]۔ ترفیل[4]۔ خلع[5]۔ وقف[6]۔ کسف[7]۔ صلم[8]۔ قصر[9]۔ حذف[10]۔ تسبیغ[11]۔ بتر[12]۔ تشعیث[13]۔

اِن مین سے پانچ زحاف (قطع۔ حذذ۔ اذالہ۔ ترفیل۔ خلع) اُن ارکان سے مخصوص ہین جنکے آخر وتد مجموع ہو جیسے فاعلن۔ مستفعلن۔ متفاعلن۔

قطع۔ وتد مجموع کے تیسرے حرف کو گرا دینے اور دوسرے کو ساکن کر دینے کو کہتے ہین۔

حذذ۔ سارا وتد گرا دینے کو کہتے ہین۔

اذالہ۔ وتد کے دوسرے حرف کے بعد ایک الف بڑھا دینے کو کہتے ہین۔

ترفیل۔ وتد کے بعد ایک سبب خفیف بڑھا دینے کو کہتے ہین۔

خلع۔ اجتماع خبن و قطع کو کہتے ہین۔ (چونکہ متفاعلن مین خبن نہین ہو سکتا اسلیے اس مین خلع بھی ممکن نہین)

جن ارکان مین یہ زحافات واقع ہونگے اُنکو مقطوع۔ احذ۔ مذال۔ مرفل۔ مخلع کہینگے۔

مثالین مع بدل

فاعلن مقطوع ہوکر فعلن (عین ساکن) سے اور احذ ہوکر فع سے اور مرفّل ہوکر فاعلاتن سے بدلا جائے گا۔ اور مذال ہوکر فاعلان اور مخلع ہوکر فعل (عین متحرک و لام ساکن) ہوجائے گا۔

مستفعلن (متصل) مقطوع ہوکر مفعولن اور احذ ہوکر فعلن (عین ساکن) اور مرفل ہوکر مستفعلاتن اور مخلع ہوکر فعولن سے بدلا جائے گا اور مذال ہوکر مستفعلان ہوجائیگا۔

متفاعلن مقطوع ہوکر فعلاتن (عین متحرک) اور احذ ہوکر فعلن (عین متحرک) اور مرفل ہوکر متفاعلاتن سے بدلا جائے گا۔ اور مذال ہوکر متفاعلان ہوجائے گا۔ اور مخلع نہین ہوسکتا کیونکہ خبن غیر ممکن ہے۔ اذالہ عروض و ضرب کے سوا حشو مین بھی آتا ہے۔

اِسیطرح تین زحاف وقف۔ کسف۔ صلم اُس رکن سے مخصوص ہین جسکے آخر وتد مفروق ہو۔ (یعنی مفعولاتُ) پس اگر اسمین وتد مفروق کے تیسرے حرف کو ساکن کردین تو وقف ہو اور اگر گرا دین تو کسف ہو اور اگر سارا وتد گرا دین تو صلم ہو۔ رُکن کو اِن حالتون مین موقوف۔ مکسوف۔ اور اصلم کہین گے۔ مفعولاتُ موقوف ہوکر مفعولان سے اور مکسوف ہوکر مفعولن سے اور اصلم ہوکر فعلن (عین ساکن) سے بدلا جائیگا۔ صلم و وقف و کسف تینون بحر سریع و منسرح و مقتضب مین آتے ہین۔

علیٰ ہٰذالقیاس تین زحاف قصر۔ حذف۔ تسبیغ اُن ارکان سے مخصوص ہین جنکے آخر مین سبب خفیف ہو جیسے فعولن۔ مفاعیلن۔ فاعلاتن (متصل و منفصل) پس اگر ارکان مین سبب خفیف کا ساکن گر جائے اور متحرک ساکن ہوجائے تو اُسکو قصر کہینگے۔ اور اگر سارا سبب گرا دیا جائے تو اُسکو حذف کہینگے اور اگر سبب خفیف کے وسط مین ایک الف بڑھا دیا جائے تو اُسے تسبیغ کہین گے۔

مثالین مع بدل

فعولن مقصور ہوکر فعول (لام ساکن) اور مسبغ ہوکر فعولان ہوجائے گا اور محذوف ہوکر فعل (عین مفتوح) سے بدلا جائے گا۔

مفاعیلن مقصور ہوکر مفاعیل (لام ساکن) اور محذوف ہوکر فعولن سے بدلا جائیگا اور مسبغ ہوکر مفاعیلان ہوجائیگا۔

فاعلاتن (متصل و منفصل) مقصور ہوکر فاعلات (ت ساکن) اور محذوف ہوکر فاعلن اور مسبغ ہوکر فاعلان سے بدلا جائے گا۔

قصر بحر طویل و مدید۔ ہزج و رمل۔ متقارب و مضارع۔ خفیف و مجتث مین آتا ہی۔

حذف بحر طویل و رمل۔ متقارب و مضارع۔ مجتث و مدید۔ ہزج و خفیف مین واقع ہوتا ہی۔

تسبیغ بحر ہزج و رمل۔ مدید و طویل۔ مضارع و مجتث خفیف و متقارب مین واقع ہوتا ہی۔

تسبیغ و اذالہ عروض و ضرب کے سوا حشو مین بھی آتا ہی۔

باقی دو زحاف (بتر و تشعیث) مین سے بتر فعولن اور فاعلاتن سے مخصوص ہی۔

بتر اجتماع حذف و قطع کا نام ہی۔ فعولن ابتر ہوکر فع رہ جائے گا اور فاعلاتن ابتر ہوکر فعلن (عین ساکن) سے بدلا جائے گا۔

تشعیث فقط فاعلاتن مخصوص ہے یعنی فاعلاتن کو جب مفعولن بنا لیتے ہین تو اسے تشعیث کہتے ہین تشعیث کے متعلق مختلف اقوال بیان کیے گئے ہین۔ کوئی تو یہ کہتا ہی کہ اسمین خرم واقع ہوا ہے یعنی وتد علا کا عین گر گیا ہے اس صورت مین فاعلاتن مبدل بہ مفعولن ہوجاتا ہی۔ اور کوئی یہ کہتا ہے کہ یہان قطع وارد ہوا ہی یعنی وتد علا کے الف کو گرا کر لام ساکن کر دیا گیا ہے اس حالت مین فاعلتن مبدل بہ مفعولن ہوجاتا ہی۔ کوئی کہتا ہے کہ وتد علا کا دوسرا حرف متحرک لام گر گیا ہے اس حالت مین فاعاتن مبدل بہ مفعولن ہوتا ہی۔ اور کوئی یہ کہتا ہے کہ مخبون مسکن ہے یعنی پہلے خبن کر کے فعلاتن بنایا اور عین پر تسکین اوسط کا زحاف لگایا لہذا فعلاتن (بہ سکون عین) باقی رہا اور مُبدّل بہ مفعولن ہوگیا۔ بہرصورت چارون طریقے سے نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے یعنی فاعلاتن مفعولن ہوجاتا ہی محقق علیہ الرحمہ نے اس آخری قول کی تائید کی ہی۔

یہ چوبیس زحافات جو بیان کیے گئے عربی فارسی اردو مین مشترک ہین۔

عرب کے مخصوص زحافات

عرب کے مخصوص زحافات گیارہ ہین۔ انمین سے آٹھ زحاف بحر وافر سے مختص ہین۔ عصب۔ عضب۔ عقل۔ نقص۔ قطف۔ قصم۔ جمم۔ عقص۔

اگر مفاعلتن کے لام کو ساکن کر کے مفاعیلن سے بدل دین تو اسکو عصب

کہتے ہین اور رکن کو معصوب۔ اور اگر میم کو گرا کر مفتعلن سے بدل دین تو عضب کہینگے۔
اور رکن کو اعضب (یہ وہی عضب ہی جسکا ذکر خرم مین ہو چکا ہی)
عقل۔ اجتماع عصب و قبض کو کہتے ہین۔ یعنی رکن معصوب (مفاعیلن) کو مقبوض کرکے مفاعلن بنا لیتے ہین۔ اور اس رکن کو معقول کہتے ہین۔
نقص۔ اجتماع عصب و کف کو کہتے ہین یعنی رکن معصوب (مفاعیلن) کو مکفوف کرکے مفاعیلُ (لام مضموم) سے بدل لیتے ہین۔ اس رکن کو منقوص کہتے ہین۔
قطف۔ اجتماع عصب و حذف کو کہتے ہین یعنی رکن معصوب (مفاعیلن) کو محذوف کرکے فعولن سے بدل دیتے ہین اور رکن کو مقطوف کہتے ہین۔
قصم۔ اجتماع عصب و عضب کو کہتے ہین یعنی رکن معصوب (مفاعیلن) کو اعضب کرکے مفعولن سے بدل لیتے ہین اور رکن کو اقصم کہتے ہین۔
جمم۔ اجتماع عقل و عضب کو کہتے ہین یہ زحاف تین زحافون کا مجموعہ ہے کیونکہ عقل خود عصب و قبض سے مرکب ہی رکن معقول یعنی مفاعلن مین جب عضب واقع ہوا تو فاعلن رہگیا۔ اِس رکن کو اجم کہتے ہین۔
عقص۔ اجتماع عضب و نقص کو کہتے ہین۔ یہ بھی تین زحافون کا مجموعہ ہے کیونکہ نقص خود عصب و کف سے مرکب ہی رکن منقوص مفاعیل (بضم لام) مین عضب واقع ہوا تو فاعیلُ رہ گیا اسکو مفعول سے بدل دیا۔ اس رکن کو اعقص کہتے ہین۔

چونکہ یہ آٹھون زحاف مفاعلتن ہی مین آتے ہین لہذا بحر وافر سے مخصوص ہین اِن آٹھ زحاف مین سے چار عضب۔ قصم۔ جمم۔ عقص صدر و ابتدا سے مخصوص ہین اور تین زحاف عصب و عقل و نقص عام ہین۔ اور قطف عروض و ضرب کے لیے مخصوص ہین۔

عرب کے اِن آٹھ زحافات کے بعد تین زحافات (اضمار۔ وقص۔ خزل) بحر کامل سے مخصوص ہین۔ اگر متفاعلن کی ت کو ساکن کرکے مستفعلن سے بدل دین تو اُسے اِضمار کہتے ہین اور بعد اضمار کے خبن بھی واقع ہوا اور رکن کو مفاعلن سے بدل دین تو اُسکو وقص کہین گے۔ اور اگر بعد اضمار کے طی واقع ہوا اور مفتعلن سے بدل دین تو اُسی خزل کہتے ہین۔ ان تینون زحاف کے علاوہ بحر کامل مین اور زحاف بھی آتے ہین جیسے

قطع۔ حذذ۔ اذالہ۔ ترفیل مگر یہ چارون زحافت بحر کامل سے مخصوص نہین ہین اور بحرون مین بھی آتے ہین۔ اضمار۔ وقص۔ وخزل۔ عروض وضرب مین نہین آتے۔

زحافات اہل فارس

اہل فارس نے تیرہ زحافات ایجاد کیے ہین۔ جب۔ ہتم۔ زلل۔ بتر۔ جدع۔ نحر۔ جحف۔ ربع۔ درس۔ عرج۔ طمس۔ سلخ۔ رفع۔

انھین کے اول چار زحاف۔ جب۔ ہتم۔ زلل۔ اور بتر رکن مفاعیلن سے مخصوص ہین۔ اگر مفاعیلن کے آخر سے دونون سبب گرجائین تو اُسے جب کہین گے ہتم اجتماع حذف وقصر کو کہتے ہین۔ اور زلل ہتم وتخنیق کے مجموعہ کو کہتے ہین اور بتر جب وتخنیق کے مجموعہ کو کہتے ہین۔ ان ارکان کو ان حالتون مین مجبوب۔ اہتم۔ ازل۔ ابتر کہتے ہین۔

مثالین۔ مفاعیلن مجبوب ہوکر فعَل (عین مفتوح) سے اور اہتم فعول (لام ساکن) سے اور ازل فاع سے اور ابتر فاع بدلا جائے گا۔ یہ چارون زحاف رباعی سے مخصوص ہین۔ رباعی کا عروض وضرب ان چار حالتون سے خالی نہین ہوتا۔ اساتذہ نے رباعی کے وزن مین غزل کہنی بھی جائز رکھی ہی لہذا یہ زحاف غزل کے عروض وضرب مین بھی آسکتے ہین

دو زحاف جدع ونحر مفعولاتُ سے مخصوص ہین۔ اگر مفعولاتُ مین وقف کرین اور اول کے دونون سبب کو بھی گرا دین تو اسے جدع کہینگے۔ اور اگر کسف کرکے دونون سبب کو گرا دین تو اسے نحر کہینگے۔

مفعولاتُ مجدوع ہوکر فاع اور منحور ہوکر فع سے بدلا جائیگا۔

تین زحاف۔ جحف۔ ربع۔ درس۔ فاعلاتن متصل سے مخصوص ہین اگر فاعلاتن مین پہلے خبن کرین اور پھر فاصلہ (فعلا) کو گرا دین تو یہ جحف ہوگا اور ربع اجتماع خبن وحذف وقطع کو کہتے ہین۔

اور اگر فاعلاتن مخبون ومحذوف ہوکر فعلا رہجائے اور پھر اسمین سے دو حرکت اور ایک حرف کو گرا دین تو اسے درس کہینگے۔

مثالین۔ فاعلاتن مجحوف ہوکر فع سے اور مربوع ہوکر فعل (عین مفتوح) سے اور مدروس ہوکر فاع سے بدلا جائے گا۔

اور دو زحاف عرج و طمس مستفعلن متصل سے مخصوص ہین مستفعلن کے لام کو ساکن کر دینے کا نام عرج ہی۔ اور عین و لام گرا دینے کو طمس کہتے ہین مستفعلن اعرج ہوکر مفعولان اور مطموس ہوکر فعلان (عین ساکن) سے بدلا جائے گا۔

اور فاع لاتن منفصل کے دونون سبب اور عین کی حرکت گرا دینے کو سلخ کہتے ہین فاع لاتن مسلوخ ہوکر فاع رہجائے گا۔

اور مستفعلن متصل اور مفعولات مین سے اگر پہلا سبب گر جائے تو اُسے رفع کہتے ہین۔ اور دونون رکن مرفوع ہوکر فاعلن اور مفعولُ (لام مضموم) سے بدلے جاتے ہین۔ ان تیرہ زحافون مین سے چار زحاف (جب۔ ہتم۔ زلل۔ بتر) جو رباعی سے مخصوص ہین یاد کرلینے کے قابل ہین باقی نو زحاف بہت کم مستعمل ہین۔

رباعی

رباعی بحر ہزج سے مخصوص ہی۔ اور اس مین دس ارکان مستعمل ہین۔ ایک سالم (مفاعیلن) اور نو مزاحف یعنی مفاعلن (مقبوض) مفاعیلُ (مکفوف) فاعلن (اشتر) مفعولن (اخرم) مفعولُ (اخرب) فعول (اہتم)۔ فاع (ازل) فعل (مجبوب) فع (ابتر)

رباعی مین ان دس ارکان کے سوا اور کوئی رکن نہین آتا۔ ان دس ارکان مین آخر کے چار رکن۔ فعول۔ فاع۔ فعل۔ فع عروض وضرب سے مختص ہین کسی اور جگہ نہین آتے اور اول کے چار رکن مفاعیلن۔ مفاعیلُ۔ مفاعلن اور فاعلن حشو سے مختص ہین کسی اور مقام پر نہین آتے۔ اور باقی دو رکن مفعولن۔ مفعولُ صدر و ابتدا مین بھی آتے ہین اور حشو مین بھی مگر عروض و ضرب مین کبھی نہین آتے۔

لہذا صدر و ابتدائی دو اور حشو کی چھ اور عروض و ضرب کی چار صورتین ہوئین۔ مگر دراصل رباعی کے ہر مصرعہ کا پہلا رکن مفعول ہی ہوتا ہی اور دوسرا رکن یا مفاعلن ہوتا ہی یا مفاعیلُ۔ اور تیسرا رکن فقط مفاعیل ہوتا ہے اور چوتھا رکن یا فعول ہوتا ہے۔ یا فعل یعنی اصل مین رباعی بجائے دس ارکان کے پانچ ارکان سے مخصوص ہے۔ انھین ارکان

کی اولٹ پھیر اور تسکین اوسط کے زحاف سے رباعی کے ہزارون اوزان ہوسکتے ہین مگر اساتذہ نے رباعی کو فقط چوبیس ارکان مین محدود رکھا ہی

ارکان رباعی کی ترکیب کے لیے یہ مصرعہ یاد رکھ لینا چاہیئے ع

سبب پئے سبب است و وتد پئے وتد است

یعنی رباعی کے ارکان کی نشست اسطرح پر ہو کہ جس رکن کے آخر مین سبب ہو اُسکے بعد والے رکن کی ابتدا مین بھی سبب ہی آنا چاہیے۔ اور اگر کسی رکن کے آخر مین وتد واقع ہوا ہے تو اُسکے بعد والے رکن کی ابتدا مین بھی وتد ہی آنا چاہیئے۔

رباعی کے اسقدر اوزان کیون پیدا ہوتے ہین اسکی وجہ یہ ہے کہ عروض وضرب کے لیے چار ارکان ہین۔ حشو کے لیے چھ ارکان ہین اور صدر و ابتدا کے لیے دو ہین۔

لہذا صدر و ابتدا کی دو نو صورتین اور حشو کی چھ صورتین اور عروض وضرب کی چارون صورتین اگر مصرعہ مین دکھائی جائین تو اڑتالیس شکلین پیدا ہو جائینگی۔ اسکے علاوہ تسکین اوسط کے زحاف سے اور بھی تغیرات واقع ہوتے ہین۔ اُسکی صورت یہ ہے کہ رباعی مین پہلے رکن کے سوا باقی ارکان کے حرف اول کو ساکن کر دیتے ہین بشرطیکہ رکن ماقبل کا آخر حرف متحرک ہو۔ اور پھر اس ساکن شدہ حرف کو ماقبل کے متحرک سے ملا دیتے ہین۔

مثلاً رباعی کے مذکورۂ بالا پانچ ارکان (مفعول مفاعلن۔ مفاعیل۔ فعول۔ فعل) مین سے یہ چار ارکان (مفعول مفاعلن مفاعیل فعول) لیکر ایک وزن فرض کرین تو اسی وزن سے دوسرا وزن تسکین اوسط کے ذریعہ سے پیدا ہو جائے گا۔ کیونکر؟ وہ اسطرح کہ رکن اول کا لام متحرک ہی اور رکن دوم کی میم اور فے بھی متحرک ہی یعنی تین حرکتین پے درپے واقع ہوئی ہین لہذا حرف اوسط (یعنی م) کی حرکت کو گرا کر لام سے ملا دین تو رکن اول مفعولم ہو جائے گا اور رکن دوم فاعلن باقی رہے گا۔ مفعولم کو مفعولن سے بدل دینگے اور فاعلن کو اور باقی ارکان کو اپنی حالت پر چھوڑ دینگے تو یہ وزن پیدا ہوگا مفعولن فاعلن مفاعیل فعول اگر پھر اس وزن مین وہی تسکین اوسط واقع ہو یعنی رکن چہارم کی ف کو ساکن کر کے رکن سوم کے لام سے ملا دین تو رکن سوم مفاعیلف ہو جائے گا اور رکن چہارم عول رہ جائیگا۔ مفاعیلف کو مفاعیلن سے اور عول کو فاع سے بدل دینگے لہذا پورا مصرعہ یہ ہوگا مفعولن فاعلن مفاعیلن فاع۔ وقس علیٰ ہذا۔

اہل فن نے رباعی کے لیے دس ارکان مذکورۂ بالا جو مقرر کر دیے ہین اُنکے علاوہ بعض ناواقفون نے اور بھی دو ارکان رباعی کے لیے نکالے ہین۔ چنانچہ ایک نیا وزن مفعول مفاعلن فعولن فعلن قرار دیا ہے حالانکہ رباعی مین فعولن اور فعلن کبھی نہین آتا۔ فعولن فعلن دراصل مفاعیلن فع ہے۔ ناواقفیت کے سبب مفاعیلن کے آخر سے ایک سبب کم کرکے مفاعیلن کو فعولن بنایا اور اس سبب کو فع سے ملاکر فعلن بنایا۔ یہ محض غلط فہمی ہے۔ رباعی مین مذکورہ بالا دس ارکان کے سوا اور کوئی گیارھوان رکن نہین آسکتا۔

ایک رباعی کے چار مصرعے اگر چار مختلف وزن مین ہون تو مصرعے ناموزون نہین ہوتے۔ مگر ہر مصرعہ کی ترکیب مین مذکورۂ بالا دس ارکان کے سوا اور کوئی رکن نہین آسکتا۔

رباعی کے چوبیس وزان جو اساتذہ نے قائم کیے ہین ان مین بارہ اوزان جو مفعول سے شروع ہوتے ہین اُنکو اخرب کہتے ہین اور بارہ جو مفعولن سے شروع ہوتے ہین اُنکو اخرم کہتے ہین۔ مگر محقق طوسی علیہ الرحمہ سبکو اخرب ہی بتاتے ہین کیونکہ پہلا رکن اخرب (مفعولُ) ہی ہوتا ہے لیکن تسکین اوسط سے اخرم (مفعولن) ہوجاتا ہے۔ ایک رباعی مین اخرب و اخرم کا اجتماع بھی صحیح ہے۔ چوبیس (۲۴) اوزان مستعملہ یہ ہین۔

	اخرب		اخرم
(۱)	مفعول مفاعلن مفاعیل فعول	(۱)	مفعولن فاعلن مفاعیل فعول
(۲)	مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع	(۲)	مفعولن فاعلن مفاعیلن فاع
(۳)	مفعول مفاعلن مفاعیل فعل	(۳)	مفعولن فاعلن مفاعیل فعل
(۴)	مفعول مفاعلن مفاعیلن فع	(۴)	مفعولن فاعلن مفاعیلن فع
(۵)	مفعول مفاعیل مفاعیل فعول	(۵)	مفعولن مفعول مفاعیل فعول
(۶)	مفعول مفاعیل مفاعیلن فاع	(۶)	مفعولن مفعول مفاعیلن فاع
(۷)	مفعول مفاعیل مفاعیل فعل	(۷)	مفعولن مفعول مفاعیل فعل
(۸)	مفعول مفاعیل مفاعیلن فع	(۸)	مفعولن مفعول مفاعیلن فع
(۹)	مفعول مفاعیلن مفعول فعول	(۹)	مفعولن مفعولن مفعول فعول
(۱۰)	مفعول مفاعیلن مفعولن فاع	(۱۰)	مفعولن مفعولن مفعولن فاع

(۱۱)	مفعول مفاعیلن مفعول فعل	(۱۱)	مفعولن مفعولن مفعول فعل
(۱۲)	مفعول مفاعیلن مفعولن فع	(۱۲)	مفعولن مفعولن مفعولن فع

مُلّا جامی نے چھ رباعیان کہی ہین - ہر رباعی کا ہر مصرعہ مختلف الوزن ہے -
ذیل مین درج کیجاتی ہین ؎

	رباعیات جامی	اوزان رباعیات
(۱)	میخواہم تا ریزم اے طرفہ نگار	مفعولن مفعولن مفعول فعل
	ہر ساعت در پاے تو جان ہوشیار	مفعولن مفعول مفاعیل فعول
	کے بارم بے لعلت از دیدہ گہر	مفعولن مفعولن مفعول فعل
	کے باشد لحظہ مرا پیش تو بار	مفعولن فاعلن مفاعیل فعول
(۲)	در گلشن اشک افشان می گشتم دوش	مفعولن مفعولن مفعولن فاع
	از گل آمد بوے تو رفتیم از ہوش	مفعولن مفعول مفاعیلن فاع
	چون گفتم با گل زجمالت سخنے	مفعولن مفعول مفاعیل فعل
	مرغان کردند سوے من یک یک گوش	مفعولن فاعلن مفاعیلن فاع
(۳)	گاہے دارد زلفت درہم ما را	مفعولن مفعولن مفعولن فع
	گاہے بخشد لعل تو مرہم ما را	مفعولن مفعول مفاعیلن فع
	من دانستم چو رست خط گرد رخت	مفعولن فاعلن مفاعیل فعل
	کآخر سوزد رخ تو از غم ما را	مفعولن فاعلن مفاعیلن فع
(۴)	چون قد تو بخرامد اے سیم اندام	مفعول مفاعیلن مفعولن فاع
	صد دل شدہ خاک رہ شود در ہر گام	مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع
	از جعد تو گر آرد یک شمہ شمال	مفعول مفاعیلن مفعول فعول
	از عاشق شوریدہ رباید آرام	مفعول مفاعیل مفاعیلن فاع
(۵)	بر خاک درت ہر دم رخ می سایم	مفعول مفاعیلن مفعولن فع
	زان روشنی بصر ہمی افزایم	مفعول مفاعلن مفاعیلن فع
	باشد کہ ز در در آئی از گوہر اشک	مفعول مفاعلن مفاعیل فعول

	محنت کدہ خویش ہے آرایم	مفعول مفاعیل مفاعیلن فع
(۶)	بیمار توام جانان حالم بنگر	مفعول مفاعیلن مفعول فعل
	چون ہبر تو جان دہم بجا کم بگذر	مفعول مفاعلن مفاعیل فعل
	خواہی شوی آگاہ زحال درویش	مفعول مفاعیل مفاعیل فعول
	بین چہرہ من غرقہ بخوناب جگر	مفعول مفاعیل مفاعیل فعل

فروعات ارکان عشرہ

زحافات کی تشریح جو کی گئی اُس سے ظاہر ہی کہ ایک ایک رکن مین کئی کئی زحافات واقع ہوئے ہین جسکی وجہ سے ایک ایک رکن مختلف صورتین اختیار کر لیتا ہے۔ مثلاً مفاعیلن مقصور ہوکر مفاعیل اور محذوف ہوکر فعولن ہوجاتا ہی۔

زحافات مین بعض ایسے ہین جنکی وجہ سے رکن مین ایک ہی تغیر ہوتا ہے جیسے خبن وطی اگر مستفعلن مین واقع ہو تو مفاعلن اور مفتعلن ہوجاتا ہی۔

مگر بعض زحافات ایسے ہین جنکی وجہ سے رکن مین کئی تغیرات واقع ہوتے ہین جیسے خبل (مجموعہ خبن وطی) جسکی وجہ سے مستفعلن فعلتن ہوجاتا ہے یا شکل (مجموعہ خبن وکف) جسکی وجہ سے فاعلاتن فعلاتُ ہوجاتا ہی۔

لہٰذا اس اعتبار سے زحافات کی دو قسمین ہوئین۔ مفرد اور مرکب۔

مرکب کی پھر دو قسمین ہین ایک وہ جنکے نام مقرر ہین۔ جیسے خبل شکل وغیرہ۔ دوسرے وہ جنکے نام نہین ہوتے بلکہ جن زحافون کا وہ مجموعہ ہین اُنھین کے نام سے موسوم ہوتے ہین مثلاً فاعلاتن مین پہلے خبن ہو تو فعلاتن رہ جائے گا پھر اسمین تسکین اوسط واقع ہو تو فعلاتن مبدل بہ مفعولن ہوجائے گا لہٰذا مفعولن کو مخبون مسکن کہینگے۔

اب مین ہر رکن سالم کے فروعات کی تفصیل نقشہ مین درج کرتا ہون جس سے ظاہر ہوگا کہ اصل مین دس ارکان سالم ہین مگر فروعات ملکر ایک سو چھبیس ارکان بنجاتے ہین۔

فروعات کی تفصیل

فعولن کے آٹھ فروع ہین

فعول بضم لام مقبوض	فعِلن بہ سکون عین اثلم	فعول بہ سکون لام مقصور	فعل بہ فتح لام محذوف
فعولان مسبغ	فعل (عین ساکن) اثرم	فع ابتر (اجتماع حذف و قطع)	فعلان (عین ساکن) اثلم مسبغ
	فاعلن کے نو فروع ہین		
فعلن (عین مکسور) مخبون	فعلن (عین ساکن) مخبون مسکن یا مقطوع	فع احذ	فاعلان مذال
فاعلاتن مرفل فعلاتن (عین مکسور) مخبون مرفل	فعل (لام ساکن) مخلع	فعِلان (عین مکسور) مخبون مذال	فعلان (عین ساکن) مقطوع مذال
	مفاعیلن کے پندرہ فروع ہین		
مفاعلن مقبوض	مفاعیلُ بضم لام مکفوف	مفعولن اخرم	مفاعیلْ لام ساکن مقصور
فعولن محذوف	فعل بہ سکون لام مجبوب	مفاعیلان مسبغ	مفعولُ اخرب (خرم و کف)
فاعلن اشتر (اجتماع خرم و قبض)	فعول (لام ساکن) اہتم (اجتماع حذف و قصر)	فاع ازل (اجتماع ہتم و تخنیق)	فع ابتر (اجتماع جب و تخنیق)
فعلان بہ سکون عین مخنق مقصور	فعلن (عین ساکن) مخنق محذوف	مفعولان مخنق مسبغ	
	فاعلاتن (متصل) کے فروع سولہ (١٦) ہین		
فعلاتن (عین مکسور) مخبون	فاعلاتُ بضم تا مکفوف	فاعلاتْ (ت ساکن) مقصور	فاعلن محذوف
مفعولن مشعث	فاعلیّان مسبغ	فعل بسکون لام مربوع	فاع مدروس

فع مجبوف	فعلات بحرکت عین و تا مشکول	فعلن بسکون عین ابتر (اجتماع حذف و قطع)	فعلان یا فعِلات بحرکت عین مخبون مقصور
فعلن عین مکسور مخبون محذوف	فعلیّان مخبون مسبغ	فعلان عین ساکن تشعث مقصور	مفعولان مشعث مسبغ
فاع لاتن (منفصل) کے فروع چھ ہین			
فاع لاتُ بضم تا مکفوف	فاع لات بہ سکون تا مقصور	فاع لن محذوف	فاع مسلوخ
فاع لیان مسبغ	فعلن بہ سکون عین محذوف مقصور		
مستفعلن (متصل) کے فروع اُنیس ہین (19)			
مفاعلن مخبون	مفتعلن مطوی	فاعلن مرفوع	مفعولن مقطوع
فعلن (عین ساکن) اخذ	مستفعلان مذال	مستفعلاتن مرفل	مفعولان اعرج
فعلان عین ساکن مطموس	فعولن مخلع	فعِلاتن بحرکت عین و لام مخبول	فاع اخذ مقصور
فع اخذ محذوف	مفاعلان مخبول مذال	مفتعلان مطوی مذال	فاعلان مرفوع مذال
فعِلتان بحرکت عین و لام۔ مخبول مذال	مفاعلاتن مخبول مرفل	مفتعلاتن مطوی مرفل	
مس تفع لن (منفصل) کے فروع پانچ ہین			

مفاعلن مخبون	مس تفع لُ (لام مضموم) مکفوف	مفعولن مقصور	مفاعلُ (لام مضموم) مشکول
فعولن مقصور مخبون			
	مفعولاتُ کے فروع پندرہ ہیں		
فعولاتُ (تا مضموم) مخبون	فاعلاتُ (تا مضموم) مطوی	مفعولُ مرفوع	مفعولان موقوف
مفعولن مکسوف	فعلن (عین ساکن) اصلم	فاع مجدوع	فع منحور
فعلاتُ (عین و تا متحرک) مخبول	فعولان مخبون موقوف	فاعلان مطوی موقوف	فعلان بحرکت عین مخبول موقوف
فعولن مخبون مکسوف	فاعلن مطوی مکسوف	فعِلن بحرکت عین مخبول مکسوف	
	متفاعلن کے پندرہ فروع ہیں		
مستفعلن مضمر	فعلاتن (عین متحرک) مقطوع	فعِلن (عین متحرک) احذ	متفاعلان مذال
متفاعلاتن مرفل	مفاعلن موقوص	مفتعلن مخزول	مفعولن مضمر مقطوع
فعْلن (عین ساکن) مضمر احذ	مستفعلان مضمر مذال	مستفعلاتن مضمر مرفل	مفاعلان موقوص مذال
مفاعلاتن موقوص مرفل	مفتعلان مخزول مذال	مفتعلاتن مخزول مرفل	
	مفاعلتن کے آٹھ فروع ہیں		

مفاعیلن معصوب	مفتعلن اعضب	مفاعلن معقول	مفاعیل لام مقبوض منقوص
فعولن مقطوف	مفعولن اقصم	فاعلن اجم	مفعول اعقص

واضح ہو کہ ایک سو چھبیس[۱۲۶] ارکان مذکورہ بالا مین جو ارکان متفق الوزن ہین اُنکے لیے ایک ہی لفظ مقرر کیا گیا ہے۔ جیسے مفاعیلن اور فعولن کے ابتر اور فاعلن کے احذ اور فاعلاتن کے مجحوف اور مستفعلن کے احذ محذوف کے لیے ایک ہی لفظ فع مقرر کیا گیا ہے اور علی ہذا القیاس فاع اور فعلن اور فعل وغیرہ کئی کئی فروع مین مشترک ہین یعنی اختلاف نام کے اعتبار سے ایکسو چھبیس[۱۲۶] ارکان ہین مگر باعتبار صورت یا الفاظ کل پینتالیس[۴۵] ہین۔ ان مین سے تیرہ[۱۳] ارکان عام ہین یعنی بیت مین سب جگہ آتے ہین اور گیارہ اوزان خاص باوایل ہین اور اکیس ارکان مختص باواخر ہین یعنی سوا ے عروض وضرب کے اور کہین نہین آتے۔

تیرہ[۱۳] ارکان عام یہ ہین

فعولن[۱]۔ فاعلن[۲] مستفعلن[۳]۔ فاعلاتن[۴]۔ مفاعیلن[۵]۔ متفاعلن[۶]۔ مفاعلتن[۷]۔ فعلن[۸]۔ فعلن[۹]۔ فعلاتن[۱۰] مفاعلن[۱۱]۔ مفعولن[۱۲] مفتعلن[۱۳]۔ یہ سب ارکان ساکن الآخر ہین اس سبب سے آخر بیت مین بھی آسکتے ہین۔

گیارہ[۱۱] ارکان خاص باوایل یہ ہین

مفعولاتُ[۱]۔ فعولاتُ[۲]۔ فاعلاتُ[۳]۔ فعولُ[۴]۔ مفاعیلُ[۵] مستفعلُ[۶]۔ فعلاتُ[۷]۔ مفاعلُ[۸]۔ مفعولُ[۹] فعلُ[۱۰] فعلتن[۱۱]۔ سواے فعلتن کے سب متحرک الآخر ہین اسلیے آخر بیت مین نہین آسکتے۔

اکیس[۲۱] ارکان خاص باواخر یہ ہین

فع۔ فاع۔ فعل۔ فعول۔ فعولان۔ فعلان۔ فعلان۔ فاعلان۔ فعلتان۔ فعلیان۔ فاعلیان۔ مفاعلان۔ مفاعیلان مستفعلان۔ متفاعلان۔ مفعولان مفتعلان۔ مفاعلاتن۔ مفتعلاتن۔ مستفعلاتن۔ متفاعلاتن۔ یہ سب چونکہ موقوف الآخر ہین اسلیے ابتدا و وسط مین نہین آسکتے[۱]

[۱] مگر ان مین سے بعض ابتدا و وسط مین بھی آسکتے ہین ۱۲

فروعات بحور

(بحر متقارب)

زحافات اسکے آٹھ ہین جو فروع فعولن مین بیان کیے گئے۔ اوزان مستعملہ یہ ہین۔

نام بحر	ارکان بحر	مثال
متقارب مثمن سالم	فعولن فعولن فعولن فعولن	آتش بڑا شور سنتے تھے پہلو مین دل کا جو چیرا تو اک قطرۂ خون نہ نکلا
متقارب مثمن مقصور یا محذوف	فعولن فعولن فعولن فعول یا فعل	داغ غضب ہو گیا راز دل کھل گیا چھپاتے چھپاتے خبر ہو گئی
متقارب مثمن اثلم	فعلن فعولن فعلن فعولن	آتش شرط وفا کی کس بے وفا سے آتش سا عارف آگاہ بھولا
متقارب مثمن مقبوض اثلم	فعولُ فعلن فعول فعلن	گرم بخوانی ورم برانی دل حزین را بجاے جانی
متقارب مقبوض اثلم شانزدہ رکنی	فعولُ فعلن فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن	آتش خراب مٹی نہو کسیکی کوئی نہ مردود دوستان ہو جدا ہوا شاخ سے جو پتا غبار خاطر ہوا چمن کا
متقارب مثمن ابتر	فعولن فعولن فعولن فع	نگاہے کہ بودش بمن گاہے کنون نیست آن ہم من و آہے
متقارب مثمن اثلم مقبوض یا مقصور	فعْل فعولن فعل فعولن یا فعل	اکبر الہ آبادی آتش بازی چھٹتے دیکھی مفت کی دولت لٹتے دیکھی

نام بحر	ارکان بحر	مثال
نوٹ اس وزن مین فعل فعولن کی جگہ فعلن فعلن بھی آسکتا ہی۔		
متقارب مسدس سالم	فعولن فعولن فعولن	ز درد جدائی چنانم کہ از زندگانی بجانم
متقارب مسدس مقصور یا محذوف	فعولن فعولن فعول یا فعل	ازان خط مشکین یار شد آن ماہش اندر محاق
متقارب اثرم شانزدہ رکنی	فعل فعولن فعل فعولن فعل فعولن فعل فعول یا فعل فعل فعولن فعل فعولن فعل فعولن فعلن فع	میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو ان نے تو قشقہ کھینچا دیر مین بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا
نوٹ۔ اس وزن مین فعل فعولن کی جگہ فعلن فعلن بھی لاسکتے ہین جہان چاہین۔ اور عروض و ضرب مین فعلن فع بھی لاسکتے ہین جس بحر کے آخر مین سبب خفیف ہو جیسے بحر متقارب و رمل وغیرہ تو وہان سالم و مسبغ مقصور و محذوف کا اجتماع صحیح ہی۔		
	بحر متدارک	
زحافات اسکے نو ہین جو فروع فاعلن مین مذکور ہوئی۔ اوزان مستعلہ یہ ہین۔		
متدارک مثمن سالم	فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن	سخت سرگشتہ ام از غم ہجر تو گر خطا ئے کنم دلبرا عفو کن
متدارک مثمن مخبون	فعِلن فعِلن فعِلن فعِلن	چو رخت نبود گل باغ ارم چو قدت نبود قد سرو چمن
متدارک مثمن مخبون مسکن	فعْلن فعْلن فعْلن فعْلن	تا کے مارا در غم داری تا کے بر ما آری خواری
متدارک مثمن مخبون مقطوع	فاعلن فعل فاعلن فعل	سنبل سیہ بر سمن مزن لشکر حبش بر چمن مزن
متدارک مسدس سالم	فاعلن فاعلن فاعلن	سرخ گل ہر دو رخ گشتہ لا جرم فتنہ گشتہ

نام بحر	ارکان بحر	مثال
متدارک مخبون شانزدہ رکنی	فعِلن فعِلن فعِلن فعِلن فعِلن فعِلن فعِلن فعِلن فعْلن فعْلن فعْلن فعْلن فعْلن فعْلن فعْلن فعْلن	آرزوے لکھنوی تا عہد جوانی تھم ناداں یہ وقت کم کیوں کٹتا ہے ہستی سے عدم کے ڈانڈے تک اک رات کا بسیرا ہے
نوٹ۔ اس وزن میں مخبون اور مخبون مسکن کا اجتماع ہر جگہ جائز ہے۔		
	بحر ہزج	
زحافات اسکے پندرہ ہیں جو فروع مفاعیلن میں مذکور ہوے۔ اوزان مستعملہ یہ ہیں۔		
ہزج مثمن سالم یا مسبغ	مفاعیلُن مفاعیلُن مفاعیلن مفاعیلن یا مفاعیلان	آتش حباب آسا میں دم بھرتا ہوں تیری آشنائی کا نہایت غم ہے اس قطرہ کو دریا کی جدائی کا
ہزج مثمن مقبوض	مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفاعلن	یہ تھوڑی تھوڑی مے نہ دے کلائی موڑ موڑ کر بھلا ہو تیرا ساقیا پلا دے خُم نچوڑ کر
ہزج مثمن مکفوف یا محذوف	مفاعیل مفاعیل مفاعیل مفاعیل یا فعولن	ترا لعل شکربار مرا چشم گہربار ترا خندہ بود خوے مرا گریہ بود کار
ہزج مثمن اخرب مکفوف سالم	مفعول مفاعیلُ مفاعیلُ مفاعیلن	اے کودک جادوفش واے فتنۂ آہرمن شکرلب زیبا رخ سنگین دل سیمین تن
یا اخرب سالم	یا مفعولُ مفاعیلن مفعولُ مفاعیلن	اے بادشہ خوبان داد از غم تنہائی دل بے تو بجان آمد وقت است کہ باز آئی

نوٹ

یہ دونوں اوزان درحقیقت ایک ہیں۔ کیونکہ تیسرے رکن کی میم کو ساکن کرکے دوسرے رکن کے لام سے ملا دیتے ہیں تو مفعولُ مفاعیلم فاعیل مفاعیلن رہ جاتا ہے۔ مفاعیلم کو مفاعیلن سے اور فاعیلُ کو مفعول سے بدل دیتے ہیں تو مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن ہو جاتا ہے۔ لہذا ان دونوں وزنوں کا اجتماع صحیح ہے۔

نام بحر	ارکان بحر	مثال
ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور یا محذوف	مفعول مفاعیلُ مفاعیلُ مفاعیل یا فعولن	جوشش عظیم آبادی جُز چشم بتان میکدۂ دہر مین جوشش سنے تو کسی مست کو ہُشیار نہ دیکھا

نوٹ ۔ اس وزن مین بھی تیسرے رکن کی میم کو ساکن کرکے دوسرے رکن کے لام ملاکر مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیل بنا لینا جائز ہی ۔ مثال قاآنی ؎

تو جلوہ دہی سروے چون طبع من آزاد	من عرضہ کنم شعرے چون قد تو موزون[لہ]

نام بحر	ارکان بحر	مثال
ہزج مثمن اشتر	فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن	مومن دیکھئے خدا کب تک پھر وہ دن دکھاتا ہی یار کو ان آنکھون سے غیر پر خفا دیکھین
ہزج مثمن اخرب مکفوف اہتم یا مجبوب	مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ فعول یا فعِل	با اینہمہ در راہ تو گر خاک شویم شائستہ نباشیم قدمہاے ترا
ہزج مثمن اخرب مکفوف ازل یا ابتر	مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلن فاع یا فع	ترسندہ ازانم کہ اگر دیر آید زین جان برازدر دبر آید فریاد

نوٹ ۔ یہ دونون وزن رباعی کے ہین مگر انہین غزل کہنا بھی جائز ہی ۔

نام بحر	ارکان بحر	مثال
ہزج مسدس سالم	مفاعیلُن مفاعیلُن مفاعیلُن	کجائی اے غزال مشکبوے من چرا ہرگز نمی آئی بسوے من
ہزج مسدس مقصور یا محذوف	مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل یا فعولن	موج عظیم آبادی نہ ہم مستو نکا دل سے ایک نعرہ نہ زاہد کی نماز پنجگانہ
ہزج مسدس اخرب مکفوف سالم یا مسبغ	مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلن یا مفاعیلان	تا کے بود ای کودک سنگین دل جور تو برین عاشق بیچارہ
ہزج مسدس مکفوف مقصور یا محذوف	مفاعیلُ مفاعیلُ مفاعیل یا فعولن	بت شوخ و ظلم برد بہ یک ناز ستمگار و جفا کار و سرانداز

لہ اسی قصیدہ کا ایک شعر یہ ہی ؎ عقل تو کہن بخت تو نو وقت تو خرم + سال تو نکو حال تو خوش فال تو میمون ۔

نام بحر	ارکان بحر	مثال
ہزج مسدس اخرب مکفوف مقصور یا محذوف	مفعول مفاعیل مفاعیل یا فعولن	دلدار من آن ترک پری زاد کس نیست بخوبی بجہان یار
ہزج مسدس اخرب مکفوف اہتم یا مجبوب	مفعول مفاعیل فعول یا فعل	با تو نتوان گفت سخن زیرا کہ توئی شاہ بتان
ہزج مسدس اخرب ازل یا ابتر	مفعول مفاعیلن فاع یا فع	دل سوختہ از زلف مشک خجلت زدہ از رویت مہ
ہزج مسدس اخرب مقبوض سالم یا مسبغ	مفعول مفاعلن مفاعیلن	اے درد تو رونق دل عاشق داغ تو چراغ محفل عاشق
ہزج مسدس اخرب مقبوض مقصور یا محذوف	مفعول مفاعلن مفاعیل یا فعولن	شبنم کے سوا چرانے والا اوپر کا تھا کون آنے والا
ہزج مسدس اخرم اشتر مقصور یا محذوف	مفعولن فاعلن مفاعیل یا فعولن	مشکین زلفوں سے مشکین کسواؤ کالے ناگوں سے مجکو ڈسواؤ

نوٹ۔ ان دونوں اوزان کا اجتماع بھی صحیح ہے۔ کیونکہ دوسرے رکن (مفاعلن) کی میم کو ساکن کرکے رکن اول کے لام سے ملا دیتے ہیں تو مفعولن فاعلن مفاعیل ہوتا ہے۔

بحر رجز

زحافات اسکے اُنیس ۱۹ ہیں جو فروع مستفعلن میں مذکور ہوے۔ اوزان مستعملہ یہ ہیں۔

نام بحر	ارکان بحر	مثال
رجز مثمن سالم یا مذال	مستفعلن مستفعلن مستفعلن یا مستفعلان من تو شدم تو من شدی الخ	~~جنگل سے سلسلہ مہر و محبت کا یقین~~ آتش کے ابل ~~عالم ارواح میں مجھے تیرے یار انہتا~~
رجز مثمن عروض سالم وضرب اعرج	مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن مگر ضرب مفعولان	اگر شوم از بوے خوش بے آنکہ کس گوید مرا گر بگزرد دلخواہ من پیش درم نگیران
رجز مثمن مقطوع یا اعرج	مستفعلن مستفعلن مفعولن یا مفعولان	تا کے کنی ما ہا ستم بر عاشق بیچارہ روزے بود کز جور تو گردد ز شہر آوارہ

نام بحر	ارکان بحر	مثال
نوٹ۔ ان وزنون کا اجتماع جائز ہی۔		
رجز مثمن مطوی	مفتعلن مفتعلن مفتعلن مفتعلن	می شگفد گل بچمن ہا ز نسیم سحری وہ چہ شود گر نفسے پہلوے من بادہ خوری
رجز مثمن مطوی مخبون	مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن	مؤلف آبلہ پا نکل گئے کانٹون کو روندتے ہوئے سوجھا پھر آنکھ سے نکچھ کوچہ یار دیکھکر
رجز مثمن مخبون مطوی	مفاعلن مفتعلن مفاعلن مفتعلن	جامی فغان کنان ہر سحرے بکوے تو میگذرم چو نیست رہ سوے توام بہ بام و در منگرم
رجز مثمن مطوی مخبون مقطوع یا اعرج	مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفعولن یا مفعولان	جامی سرو نخوانمت کہ او نیست بدین رعنائی ماہ نگویمت کہ مہ نیست بدین زیبائی
نوٹ۔ ان چارون وزنون کا اجتماع بھی صحیح ہی۔ اگر مخبون کے مقابل مطوی یا بالعکس واقع ہو تو وزن مین فرق نہین آتا۔		
رجز مسدس سالم یا مذال	مستفعلن مستفعلن مستفعلن یا مستفعلان	اے قبلہ جان الفت ایمان ما رخسارہ زیباے تو قرآن ما
رجز مسدس مقطوع یا اعرج	مستفعلن مستفعلن مفعولن یا مفعولان	عاشق شدم بر دلبرے عیارے شکر لبے سیمین برے خونخوارے
نوٹ۔ ان دونون وزنون کا اجتماع بھی صحیح ہی		
رجز مسدس مطوی	مفتعلن مفتعلن مفتعلن	اشک مرا ہست فروغ دگرے نیست بدین آب بدریا گہرے
نوٹ۔ بحر رجز مین بلکہ تمام اُن بحرون مین جنکے آخر مین وتد مجموع ہی وہان سالم و مذال مقطوع اور احذ کے اجتماع سے وزن مین فرق نہین آتا۔		

نام بحر	ارکان بحر	مثال
بحر رمل		
زحافات اسکے سولہ ہین جو فروع فاعلاتن متصل مین مذکور ہوے۔ اوزان مستعملہ یہ ہین۔		
رمل مثمن سالم یا مسبغ	فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن یا فاعلیان	ترک چشم او کند ساکن دل بیتاب را زندگانی کشتن آتش بود سیماب را
رمل مثمن مقصور یا محذوف	فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات یا فاعلن	آمین عظیم آبادی دن کٹا فریاد مین رات آہ وزاری مین کٹی عمر کٹنے کو کٹی پر کیا ہی خواری مین کٹی
رمل مثمن مخبون مقصور یا مخبون مسکن مقصور	فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلان یا فعْلان	مولف اور پردے کی ملاقات کرے گی اندھیر شمع کیون چھپتی ہی فانوس مین پروانے سے
رمل مثمن مخبون محذوف یا مخبون مسکن محذوف	فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن یا فعْلن	آتش بل نہ نکلا تری زلفون کا صنم شانے پر واقعی زور نہین پنجۂ شل مین ہوتا
نوٹ۔ ان دونون اوزان کا اجتماع بھی صحیح ہی صدر و ابتدا مین سالم و مخبون کا اجتماع بھی جائز ہی۔		
رمل مثمن مخبون مجحوف	فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فع	کار و کردار تو اے گنبد زنگاری نہ ہی بینم جز مکر و ستمگاری
نوٹ۔ دوسرے مصرعہ مین "نہ ہی بی" فعلاتن اور "نم جز مک" مفعولن کے وزن پر آیا ہی۔ تسکین اوسط سے فعلاتن کو مفعولن بنالیا ہی۔		
رمل مثمن مشکول	فعلاتُ فاعلاتن فعلاتُ فاعلاتن	مولف اجی تو یہ اس گریبان کی بھلا بساط کیا تھی یہ کہو کہ ہاتھ اُلجھا نہین تار تار ہوتا
رمل مثمن مخبون	فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن	شکرت راشدہ گرچہ سپاہ زمور مرتب مگسے نیز بجوا ہم کہ کند سایہ بران لب

نام بحر	ارکان بحر	مثال
رمل مثمن مشعث	مفعولن مفعولن مفعولن مفعولن	آن آمد آن آمد آن آمد آن آمد جان آمد جان آمد جان آمد جان آمد
رمل مثمن مخبون مشعث	فِعلاتن فِعلاتن فِعلاتن مفعولن	خواجہ نصیرالدین طوسی چہ کنم ہر چہ کنم با تو ندارد سودم بجز آن حیلہ ندانم کہ ز عشقت بگریم
رمل مثمن مخبون مسکن محجوف	فاعلاتن فعلاتن مفعولن فع	اسیر تلب کے درغم ہجرت در سازم من دامن از گریہ خونین تر سازم من
رمل مثمن مدروس یا مجحوف	فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاع یا فع	مرد دانا راز دانا یار باید خوب گر تو دانائی تراہم یار دانا بہ
رمل مسدس سالم یا مسبغ	فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن یا فاعلیان	اے بہ از روز دگر ہر روزگارت باد بہ روزے قرین روزگارت
رمل مسدس مقصور یا محذوف	فاعلاتن فاعلاتن فاعلات یا فاعلن	شعر می گویم بہ از آب حیات من ندانم فاعلاتن فاعلات
رمل مسدس مخبون مقصور یا محذوف	فاعلاتن فِعلاتن فِعلان یا فعلن	چون گذر با رخ خندان کردی خانہ را رشک گلستان کردی
رمل مسدس مخبون مسکن مقصور یا محذوف	فاعلاتن فِعلاتن فعلان یا فعلن	ہر کہ دستار بسر یک وجب است گر نظام العلما و الفضلا است

نوٹ - اِن دونون اوزان کا اجتماع صحیح ہی - اِس بحر کے صدر و ابتدا مین اجتماع سالم و مخبون اور عروض و ضرب مین اجتماع مقصور و محذوف صحیح ہی - فعلن بسکون عین کو چاہو ابتر کہو یا مخبون مسکن - اِس بحر مین فِعلاتن کو تسکین اوسط سے مفعولن بنا لینا ہر جگہ درست ہی قاآنی کہتا ہی ؎

	بالب نوشین آمد شب دوشین بسرا ے گفت قاآنیکا تا کے خسپی بسرا ے		حلقہ بر در زد و بر جستم و بگشودم در خیز کز روزہ شد اوضاع جہان یروز بر

نام بحر	ارکان بحر	مثال
اس بحر مین ایک اور وزن مخبون شانزدہ رکنی بھی ہے(فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن)		
	بحر وافر	
زحافات اسکے آٹھ ہین جو فروع مفاعلتن مین بیان ہوے۔ اوزان مستعملہ یہ ہین۔		
بحر وافر مثمن سالم	مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن	چہ شد صنما کہ سوے کسے بچشم وفانمی نگری ز رسم جفا نمیگزری طریق وفانمی سپری
بحر وافر مسدس سالم	مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن	بتا غم تو برین دل من بزد اسلے چنانکہ ازو بگرد جہان شدم علمے
بحر وافر مسدس معصوب مقطوف	مفاعیلن مفاعلتن فعولن	ز دست آن صنم بصد احترازم دل من می طپد بہ برم چہ سازم
بحر وافر مسدس معقول مقطوف	مفاعلن مفاعلتن فعولن	بود لبت حیات دلم نگارا بدہ ز غمم نجات دلم نگارا
بحر وافر مسدس مقطوف	مفاعلتن مفاعلتن فعولن	جو برگذری ہمی نگرم برویت چرا نکنی بتا نظرے بسویم
بحر وافر مربع سالم	مفاعلتن مفاعلتن	بدی چہ کنی بجاے کسے کہ او نکند بجاے تو بد
	بحر کامل	
زحافات اس کے پندرہ ہین جو فروع متفاعلن مین مذکور ہوے۔ اوزان مستعملہ اسکے فارسی مین چار ہین۔		راسخ عظیم آبادی
بحر کامل مثمن سالم	متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن	نہیں جوش والو نہ کچھ حسد مجھے رشک ہی تو یہ کھون ہے جنھین تیرے جلوے کے سامنے مری طرح بیخبری رہی

نام بحر	ارکان بحر	مثال
بحر کامل مثمن مضمر	متفاعلن مستفعلن متفاعلن مستفعلن	صنما خیالت را چہ شد کہ باندار دا لفتے خجلم ز داغت کز وفا بسرم گذارد منتے
بحر کامل مسدس سالم	متفاعلن متفاعلن متفاعلن	نہ کنم بیار کسان طمع کہ جفا بود نہ روا بود کہ چنین کنم نہ روا بود
بحر کامل مسدس مضمر مذال	متفاعلن متفعلن مستفعلان	چو روان شوی آسایدم روح و روان چو نہان شوی از جان و دل خیزد فغان
بحر کامل مسدس مضمر موقوص	مستفعلن مفاعلن متفاعلن	روزے بود کہ عشق تو بسر آیدی با خاطرت بہر من بگزایدی

نوٹ - اس بحر مین سالم اور مضمر کا اجتماع صحیح ہی - چنانچہ شیخ سعدی فرماتے ہین ؎

بلغ العلے بکمالہ کشف الدجے بجمالہ حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ و آلہ

صلوا بروزن مستفعلن آیا ہی -

بحر مضارع

زحافات اِسکے آٹھ ہین - قبض - کف - خرب - خرم - قصر - حذف - تسبیغ - سلخ - اوزان مستعملہ یہ ہین -

نام بحر	ارکان بحر	مثال
بحر مضارع مثمن سالم	مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن	ز مخموری رنج دارم بیا ساقی ساغرم دہ دگر نقلے خواہم از تو ز گنج لب شکرم دہ
بحر مضارع مثمن مکفوف مقصور یا محذوف	مفاعیل فاع لات مفاعیل فاعلان یا فاعلن	(جامی) خوش آن موسم بہار کہ برطرف لالہ زار نہد یار گلعذار بکف جام خوش گوار
بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف	مفعولُ فاع لاتُ مفاعیل فاع لاتن	فریاد من ز عشق پری چہرۂ سمن بر کز عشوہ عمر بر دو نیامد شبی بہ سر در

نام بحر	ارکان بحر	مثال
بحر مضارع مثمن اخرب سالم یا مسبغ	مفعولُ فاع لاتن مفعولُ فاع لاتن مفعولُ فاعلاتن مفعول فاعلیان	راسخ عظیم آبادی کتنی گران بہا ہے پاؤن کی اُنکے ٹھوکر قیمت مین اُسکی سر کو ہم نے جھکا دیا ہے
بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور یا محذوف	مفعول فاع لاتُ مفاعیل فاع لات یا فاعلن	مولف دل آشنائے معنی بیگانہ ہوگیا جادو نہ چل سکا کوئی حُسن مجاز کا
بحر مضارع مثمن اخرب سالم مقصور یا محذوف	مفعول فاع لاتن مفعول فاع لات یا فاعلن	خود نفس بچیانے کی زندگی حرام پھر کیا ضرور شکوہ عمر دراز کا

نوٹ۔ ان دونون وزنون کا اجتماع جائز ہے۔ تیسرے رکن پر وہی تسکین اوسط کا زحاف واقع ہوتا ہے۔

نام بحر	ارکان بحر	مثال
بحر مضارع اخرب مکفوف مسلوخ	مفعولُ فاع لاتُ مفاعیلُ فاع یا فع	عاشق شدم بران بت ناسازگار تسکین دہاد در غم اُو روزگار
مضارع مسدس سالم	مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن	نیخواہم از تو یکدم جدا باشم تو باشی ہمراہ من ہر کجا باشم
مضارع مسدس مکفوف مقصور یا محذوف	مفاعیل فاع لاتُ فعولان یا فعولن	خوشا جلوہ جمال تو دیدن خوشا میوہ وصال تو چیدن
مضارع مسدس اخرب مکفوف	مفعول فاع لاتُ مفاعیلن	اے مہ جبین کہ یار دل آزاری سوئیم نگاہ کن ز سر یاری
مضارع مسدس اخرب مکفوف مقصور یا محذوف	مفعول فاع لاتُ فعولان یا فعولن	از کار رفتہ ہیچ میندیش وز نامدہ ہنوز مکن یاد
مضارع مسدس اخرب مکفوف اثتم یا مجبوب	مفعول فاعلات فعولُ یا فعل	مانند روے خوب نگار تابد شب چہار دہ ماہ نو نو

نام بحر	ارکان بحر	مثال
مضارع مسدس مقبوض	مفاعلن فاع لاتن مفاعلن	مرا بکوے تو رفتن کجا شود زناتوانی مگر از خدا شود
مضارع مسدس اخرب مخنق	مفعول فاع لاتن مفعولن	دارم بدر دہجرش بیتابی بہرم چرا نباشد بیخوابی
مضارع مسدس اخرب مخنق مقصور	مفعول فاع لاتن فعلان	آن بے وفانگارے دل بُرد زیرقدم بخواری بسپُرد

بحر مجتث

زحافات اسکے سولہ ہین جو فروع فاعلاتن مین مذکور ہوے اسکے فروعات جو مس تفع لن سے نکلے ہین مفاعلن۔ فولن اور مفاعیل ہین۔ اور فاعلاتن سے جو فروعات نکلے ہین فِعلاتن فعلات۔ فعِلن۔ عین مکسور فعْلن ساکن العین۔ مفعولن۔ فاع۔ فع وغیرہ ہین۔ اوزان مستعملہ مندرجہ ذیل ہین

بحر مجتث مثمن سالم	مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن	درعشق توای پری رو دیوانہ خواہم شدن من سنے نے غلط گفتم این را فرزانہ خواہم شدن من
بحر مجتث مخبون	مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن	آتش بہشت مین بھی نہ بے یار کے لگے گی طبیعت مزاج پھیر سکے گا نہ حُسن حور ہمارا
مجتث مثمن مخبون مقصور یا مشعت مقصور	مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعِلان یا فعْلان مفاعلن مفعولن مفاعلن فعِلان یا فعُلان	صفا ہوا نہ ریاضت سے نفس امارہ کوئی نجاست سگ کا ازالہ کیا کرتا (آتش)
مجتث مخبون محذوف یا مشعت محذوف	مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعِلن یا فعْلن مفاعلن مفعولن مفاعلن فعِلن یا فعُلن	قاآنی درون و بیرون چون نور عقل درخاطر نہان و پیدا چون جان پاک درپیکر
مجتث مخبون محذوف یا مشعت محذوف و مربوع	مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن یا فعِل	مرا دلیست کہ دایم ستم کند بر من چہ بودے از ستم ار ستمگر آمدے

نام بحر	ارکان بحر	مثال
نوٹ۔ اِن چھ وزنون کا اجتماع بھی جائز ہے۔ فعلاتن کو تسکین وسط سے مفعولن بنا لیتے ہین		
مجتث مثمن مخبون مدروس یا مطموس	مفاعلن فعلاتن مفاعلن فاع یا فع	دل پر آتش وچشم پر آب دارم ازان کہ با من بد خو شدہ است جانان
مجتث مثمن مخبون مسکن مدروس یا مطموس	مفاعلن مفعولن مفاعلن فاع یا فع	اگر کشائی تارے ز سنبل تر ہمیشہ آید بوے صبا معطر
نوٹ۔ اِن دونون وزنون کا اجتماع بھی صحیح ہی۔		
مجتث مسدس مخبون یا مذال	مفاعلن فعلاتن مفاعلن مفاعلن فعلاتن مفاعلان	دلم ببردہ ای یار بے بہا بہا بیار دلبان را بمن بیار
نوٹ۔ اِن وزنون کا اجتماع بھی صحیح ہی۔		

مجتث سالم بہت کم مستعمل ہی۔ اور محقق طوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ اِس بحر کے تمام ارکان مین خبن کرنا لازم ہی۔ اسکے علاوہ اِس بحر مین تسکین اوسط ہر جگہ جائز ہے یعنی فعلاتن کو مفعولن بنا لینے مسکن وغیر مسکن کے اجتماع سے وزن مین فرق نہین آتا۔

بحر منسرح

زحافات اسکے طی رتع۔ اذالہ خلع قطع خبن کیف صلم جدع نحر خبل وقف کف مراقبہ ورمعاقبہ وغیرہ ہین اوزان مستعملہ یہ ہین

نام بحر	ارکان بحر	مثال
منسرح مثمن موقوف یا مکسوف	مستفعلن مفعولاتُ مستفعلن مفعولان یا مفعولن	یکدم بیا ای دلدار بنما مرا آن رخسار ہو کز رشک گل درگلزار در پیرہن دارد خار
منسرح مثمن مطوی موقوف یا مکسوف	مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلات یا فاعلن	جوشش عظیم آبادی یار کو قاصد مرے جاکے اگر دیکھنا میری طرف سے بھی تو ایک نظر دیکھنا
منسرح مثمن مطوی مجدوع یا منحور	مفتعلن فاعلات مفتعلن فاع یا فع	دیدۂ اہل طمع بہ نعمت دُنیا پُر نہ شود ہمچنان کہ چاہ ز شبنم

نام بحر	ارکان بحر	مثال
منسرح مسدس مطوی یا مطوی مذال	مفتعلن فاعلات مفتعلن یا مفتعلان	شاہ جہان بادشاہ زمانہ بود کز کرمش خلق شاد مانہ بود
منسرح مسدس مطوی مقطوع یا مطوی اعرج	مفتعلن فاعلات مفعولن یا مفعولان	بسکہ بہ بویت اسیر شد جانم گر بگذاری گریخت نتوانم

نوٹ۔ چونکہ اس بحر کا رکن آخر متحرک الآخر ہے اور شعر متحرک الآخر نہین ہو سکتا اسلیے یہ بحر وافی سالم ممکن نہین۔ اس بحر مین تسکین اوسط ہر جگہ جائز ہے یعنی جہان چاہین مفتعلن کو مفعولن بنالین۔

بحر مقتضب

زحافات اسکے وہی ہین جو فروع مستفعلن متصل مین مذکور ہوے۔ اوزان مستعملہ یہ ہین۔

بحر مقتضب مثمن سالم	مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن	می سوزم زداغ جگر مینالم زدرد والم می غلطم زشب تا سحر خون گریم زاندوہ وغم
بحر مقتضب مثمن مطوی	فاعلات مفتعلن فاعلات مفتعلن	پیچ و تاب زلف بتان وبیقرار کرد مرا سنبل ریاض جنان بیقرار کرد مرا
بحر مقتضب مثمن مخبون مطوی	فعولات مفتعلن فعولات مفتعلن	دلم بردہ صنما چرا نالہا نکنم سپرے این در غلطان بسر سنگ چون نزنم

بحر سریع

زحافات اس کے خبن وطی۔ خبل و قطع۔ وقف و کسف۔ صلم و جدع۔ نحر و معاقبہ وغیرہ ہین۔ اوزان مستعملہ یہ ہین۔

بحر سریع مسدس سالم	مستفعلن مستفعلن مفعولات۔ یہ بحر سالم مستعمل نہین ہے کیونکہ رکن آخر متحرک الآخر ہے۔	
بحر سریع مسدس موقوف	مستفعلن مستفعلن مفعولان	خواہم ترا جویم ترا اے یار من
بحر سریع مسدس مکسوف	مستفعلن مستفعلن مفعولن	خوانم ترا گویم ترا گل رخسار من

نام بحر	ارکان بحر	مثال
بحر سریع مسدس مطوی موقوف بحر سریع مسدس مطوی مکسوف	مفتعلن مفتعلن فاعلان مفتعلن مفتعلن فاعلن	وقت ضرورت چو نماند گریز دست بگیرد سر شمشیر تیز
بحر سریع مسدس مطوی اصلم	مفتعلن مفتعلن فعْلن	بر لب من آمده جان ای جان چون نه کنم شام و سحر افغان
بحر سریع وافی مخبون مکسوف	مستفعلن مستفعلن فعولن	ای دلربا در کوی ما گزر کن وی مه لقا بر روی ما نظر کن
بحر سریع مطوی مجدوع یا منحور	مفتعلن مفتعلن فاع یا فع	سنگدل آن یار بے آزرم یک شبم از خود نه کند شاد
بحر سریع مخبون مطوی مکسوف یا موقوف	مفاعلن مفاعلن فاعلن مفاعلن مفاعلن فاعلان	چرا نه مردمی کنی یار ہی چرا ہمی کنی دلش زار بدرو

نوٹ۔ چونکہ اس بحر کا رکن آخر مفعولاتُ متحرک الآخر ہے۔ اسلیے یہ بحر تام نہین ہوسکتی۔ بحر سریع مطوی مین موقوف ہو یا مکسوف اگر بجاے مفتعلن کے مستفعلن لائین یا مفتعلن کے عین کو ساکن کرکے مفعولن بنالین تو وزن مین فرق نہین آتا۔ چنانچہ نظامی کہتا ہے ؎

بسم اللہ الرحمن الرحیم	ہست کلید در گنج حکیم

پہلے مصرعہ کا وزن مفتعلن مفتعلن فاعلان اور دوسرے کا مفعولن مفعولن فاعلان ہے۔

بحر خفیف

زحافات اسکے خبن و قطع۔ قصر و حذف۔ تشعیث و حجف۔ تسبیغ و کف۔ شکل و بتر ہین۔ اوزان مستعملہ یہ ہین۔

بحر خفیف مسدس سالم	فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن	دیدہ ام تا رخسار آن ماہ طلعت گشت چشمم آئینہ سان محو حیرت

نام بحر	ارکان بحر	مثال
بحر خفیف مسدس مخبون ؍؍ ؍؍ ؍؍ مخبون مشعث	فاعلاتن مفاعلن فاعلاتن یا فعلاتن فاعلاتن مفاعلن مفعولن	اے صبا بوسہ زن زمین درا ورا ورنہ تجدلب چو شکر اورا

نوٹ۔ اِن دونون وزنون کا اجتماع صحیح ہی۔

نام بحر	ارکان بحر	مثال
بحر خفیف مسدس مخبون مقصور یا محذوف	فاعلاتن مفاعلن فِعِلان یا فِعِلُن	مولف کیا کہین اُڑ کے جا نہین سکتے وہ چمن ہے وہ آشیانہ ہے
بحر خفیف مسدس مخبون مسکن مقصور یا محذوف	فاعلاتن مفاعلن فعْلان یا فعْلن	یاس اب آپ مین نہ آئین گے وصل اِک موت کا بہانہ ہے

نوٹ۔ اِن وزنون کا اجتماع صحیح ہی۔

نام بحر	ارکان بحر	مثال
بحر خفیف مسدس مخبون مجحوف	فاعلاتن مفاعلن فع	چون کند دل چو یار آید چشم شاید بکار آید

بحر طویل

زحافات اِسکے سات ہین۔ قبض۔ کف۔ قصر۔ حذف۔ ثلم۔ ثرم۔ تبیغ۔ اوزان مستعملہ یہ ہین

نام بحر	ارکان بحر	مثال
بحر طویل مثمن سالم	فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن	باحسان توئی حاتم برفعت توئی کسریٰ بفرمان توئی آصف ببرہان توئی عیسیٰ
بحر طویل مثمن مقبوض بحر طویل مثمن مقبوض	فعولن مفاعیلن فعولن مفاعلن فعولن مفاعلن فعولن مفاعلن	محبت رقیبون سے عداوت ہی یاس سے کسی پر عنایتین کسی پر یہ شدتین

بحر مدید

زحافات اسکے خبن وکف۔ قطع وحذف۔ وغیرہ ہین۔ اوزان مستعملہ یہ ہین۔

نام بحر	ارکان بحر	مثال
بحر مدید مثمن سالم	فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن	حال دونون کا ہی غیر بحر کے صدمے سے اب جھیلتے ہین سختیان ہم یہان اور تم وہان
بحر مدید مثمن مخبون	فاعلاتن فعلن فاعلاتن فعلن	از میان دہنش تا توان یکسر مو زان نشان بارنده زین سخن ہیچ مگو
بحر مدید مثمن مخبون مذال	فعلاتن فعلن فعلاتن فعلان	لب او آب بقا بخشش مایہ جان قد او سرو سہی دہنش سر نہان

بحر بسیط

زحافات اسکے خبن وطی ۔ قطع وحذد ۔ اذالہ وغیرہ ہین اوزان مستعملہ یہ ہین ۔

نام بحر	ارکان بحر	مثال
بحر بسیط مثمن سالم	مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن	چون خار وخس روز وشب افتادہ ام در رہت باشد کہ بر حال من افتد نظر ناگہت
بحر بسیط مثمن سالم ومخبون	مستفعلن فعلن مستفعلن فعلن	دانی چہ گفت مرا آن بلبل سحری تو خود چہ آدمی کز عشق بیخبری
بحر بسیط مثمن مخبون	مفاعلن فعلن مفاعلن فعلن	بچہرہ چون قمرے بہ لعل لب شکرے برخ چو برگ گلے بزلف مشک ترے
بحر بسیط مثمن مطوی	مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن	پشت دوتاے فلک راست شد از خرمی تا چو تو فرزند زاد مادر ایام را
بحر بسیط مسدس سالم	مستفعلن فاعلن مستفعلن	بر مستمندی مکن چندین ستم کو بر نیاورد از عشق تو دم
بحر بسیط مسدس مطوی	مفتعلن فاعلن مفتعلن	دل تو ربودی بتا از من نیست بغیر تو کس دلبر من
بحر بسیط مسدس مخلع	مستفعلن فاعلن فعولن	گشتم بدرواز تو من نگارا آن بہ کہ یک رہ کنی مدارا

نام بحر	ارکان بحر	مثال
بحر قریب		
بحر قریب سالم	مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن	سرم از عرش بالاتر بگذرانی اگر گوئی که هستی از بندگانم
بحر قریب مکفوف	مفاعیلُ مفاعیلُ فاع لاتن	خداوند جهان بخش شاه عادل شهنشاه جوان بخت نژاد کامل
بحر قریب مکفوف مقصور یا محذوف	مفاعیلُ مفاعیل فاعلان یا فاعلن	به سودای سر زلف مشکبار پریشانم و هم تیره روزگار
بحر قریب اخرب عروض سالم و ضرب مسبغ	مفعولُ مفعولُ فاع لاتن یا فاعلیان	شمشیر برنده کف دهنده خود هرچه جز این بود محال است
بحر قریب اخرب مکفوف سالم	مفعولُ مفاعیل فاع لاتن	ای روی تو فهرست شادمانی وصل تو به از فصل نوجوانی
بحر قریب اخرب مکفوف مقصور یا محذوف	مفعولُ مفاعیلُ فاعلان یا فاعلُن	با مردم ناسازگار طبع بیچاره شود مرد سازگار
بحر جدید		
زحاف اسکا خبن ہے اوزان مستعملہ یہ ہین۔		
بحر جدید سالم	فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن	هر شبم گوئی که فردایت خوش کنم چند فردا رفت شاید فردا کنی
بحر جدید مخبون	فعلاتن فعلاتن مفاعلن	صنما روی تو دیدم ز خود شدم گلی از باغ تو چیدم ز خود شدم
بحر مشاکل		

نام بحر	ارکان بحر	مثال
زحافات اِسکے تین ہین۔کف۔ قصر۔ حذف۔ اوزان مستعملہ یہ ہین۔		
بحر مشاکل سالم	فاع لاتن مفاعیلن مفاعیلن	مثال نایاب
بحر مشاکل مکفوف مقصور	فاعلاتُ مفاعیلُ مفاعیل	بارِ غم کا اُٹھانا ہے بُرا آہ داغ ہجر کو کھانا ہے بُرا آہ

نوٹ۔ اِن بحرون کے علاوہ مثلث و مثنیٰ و موحد بھی عرب مین مستعمل ہین مگر اہل فارس نے شاذ و نادر اِن بحرون مین شعر کہے ہین مثلاً ؎ نو شد جہان زین نو بہار و سال نو۔ (بر وزن مستفعلن سہ بار) یا ؎ بد خوبتے پر کیمیا (بر وزن مستفعلن دو بار) یا ؎ اندر نگر۔ یا در سفر۔ یا در حضر۔ دیدی پسر۔ زد خوبتر وغیرہ (بر وزن مستفعلن یک بار)

علم قوافی

اصطلاح شعرا مین قافیہ چند حروف و حرکات کے مجموعہ کو (خواہ وہ مجموعہ مہمل ہو یا بامعنی) کہتے ہین جسکی تکرار الفاظ مختلف کے ساتھ غیر مستقل طور پر آخر مصرعہ یا آخر بیت مین (یا ایسی جگہ پر جو بمنزلہ آخر کے ہو) پائی جائے۔

تکرار سے یہ مراد ہی کہ جتنا جزو کسی لفظ کا حروف قافیہ مین محسوب ہو سکتا ہو اُسے بجنسہ ہر بیت مین مکرر آنا چاہیئے مگر بالفاظ مختلف مکرر ہونا چاہیئے یہ نہو کہ ایک ہی لفظ تمام ابیات مین مکرر ہو۔

الفاظ مختلف سے یہ مطلب ہے کہ اختلاف لفظاً و معنی دونون کے اعتبار سے ہو یا فقط الفاظ کے اعتبار سے ہو یا فقط معنی کے اعتبار سے ہو۔ جیسے آسمان و ریسمان کہ یہ دونون الفاظ لفظی و معنوی دونون اعتبار سے مختلف ہین مگر الف و نون اور الف کے ماقبل کی حرکت کی تکرار دونون لفظون مین پائی جاتی ہی۔

یا جیسے محبت و الفت۔ فرصت و مہلت۔ اگرچہ باعتبار معنی ایک ہین مگر باعتبار لفظ دو ہین۔

یا جیسے بار (بمعنی رسائی) اور بار (بمعنی پھل) اگرچہ باعتبار لفظ ایک ہین مگر باعتبار معنی دو لفظ ہین۔

حروف قافیہ کے لیے غیر مستقل ہونے کی قید جو لگائی ہے اُس سے یہ مطلب ہی کہ اواخر ابیات مین جو لفظ یا الفاظ بالاستقلال ایک ہی معنی پر آتے ہین اُنکا شمار قافیہ مین نہین ہوتا بلکہ وہ ردیف کہلاتے ہین۔

اواخر مصرعہ یا اواخر ابیات کی قید اس غرض سے ہی کہ اگر قافیہ فقط اواخر مصرعہ سے متعلق کیا جائے تو یہ تعریف فقط مطلعون اور مثنوی کے ابیات اور رباعیات پر حاوی ہوگی جہان ہر مصرعہ مین قافیہ ہوتا ہی۔

لیکن اواخر ابیات کہنے سے اُن ابیات پر بھی صادق آئے گی جہان فقط دوسرے مصرعہ مین قافیہ ہوتا ہے پہلے مصرعہ مین نہین ہوتا جیسے قطعات کہ فقط آخر مصرعہ مین قافیہ آتا ہے اور رباعیات جہان تیسرے مصرعہ مین قافیہ نہین ہوتا یا قصیدہ اور غزل کی

وہ ابیات جو بعد مطلع واقع ہوتی ہین۔ ادا خر ابیات کی شرط تمام اصناف سخن کی غرض سے ہو۔
"یا ایسی جگہ پر جو بمنزلہ آخر کے ہو"۔ اس شرط سے یہ مطلب ہو کہ اکثر ابیات مین
ردیفین بھی ہوتی ہین اور ایسی لمبی چوڑی ہوتی ہین کہ قریب قریب تمام مصرعہ کی جگہ
بھر جاتی ہے بس ایک قافیہ کی جگہ خالی رہجاتی ہے ایسی حالت مین قافیہ کو بجاے آخر
بیت کے مجبوراً ابتداے بیت مین جگہ ملتی ہے۔ مگر چونکہ اس حالت مین بھی قافیہ کے بعد
سوائے ردیف کے اور کوئی لفظ نہین آتا اسلیے اسکو بمنزلہ آخر ہی سمجھتے ہین یعنی تمام مصرع
فقط قافیہ و ردیف ہی پر مشتمل ہوتا ہے اور کسی لفظ کو دخل نہین ہوتا۔ جیسے یہ رباعی

گھر پاس نہین کہ یار پاس آئے مرے	زر پاس نہین کہ یار پاس آئے مرے
پہلے ہی مین کر چکا ہون طالب قربان	سر پاس نہین کہ یار پاس آئے مرے

حروف قافیہ

حروف قافیہ تعداد مین نو ہین اور سب اس قطعہ مین درج ہین۔

قافیہ در اصل یک حرف است ہشت آنرا تبع	چار پیش و چار پس این مرکز آنہا دائرہ
حرف تاسیس و دخیل و ردف و قید انگہ روی	بعد ازان وصل و خروج است و مزید و نائرہ

پہلے ہم روی کو بیان کرتے ہین کیونکہ قافیہ کی بنا اسی پر ہے بلکہ بعضون نے فقط
روی کو قافیہ قرار دیا ہے۔

(۱) روی۔ قافیہ کے حرف آخر و اصلی کو کہتے ہین یا وہ جو بمنزلہ حرف آخر کے ہو۔ جیسے
خبر اور نظر مین "ر" حرف روی ہے بمنزلہ حرف آخری و اصلی ہونا اس سے یہ مطلب ہے
کہ شاعر کبھی کسی حرف زاید مشہور الترکیب کو وسط کلمہ سے الگ کر کے نفس کلمہ بنا لیتا ہو اور اسکو
قافیہ کا حرف اصلی قرار دیتا ہے جیسے حضرت آتش فرماتے ہین ؎

پاس دل رکھتا ہے منظور نظر ہر آئینہ	نیک و بد سے پیش آتا ہے برابر آئینہ

یہان شاعر نے لفظ ہر آئینہ مین سے ایک ٹکڑا (ہر) الگ کر کے "ر" کو قافیہ کا حرف
اصلی قرار دیا ہے۔

محقق طوسی علیہ الرحمہ نے روی کی دو قسمین کی ہین۔ روی مفرد۔ روی مضاعف۔
مفرد کی مثال مذکور ہوئی۔ مگر روی مضاعف در اصل ردف مین داخل ہے جسکا

ذکر آگے آتا ہی۔

(۲) تاسیس۔ اُس الف کو کہتے ہین جسکے اور روی کے درمیان ایک حرف متحرک واسطہ ہو جیسے کامل۔ شامل وغیرہ مین الف حرف تاسیس ہواور لام روی ہی۔

(۳) دخیل۔ اُس حرف متحرک کو کہتے ہین (خواہ وہ مفتوح ہو یا مکسور یا مضموم) جو تاسیس اور روی کے درمیان واسطہ ہو جیسے کامل ورشامل کی میم۔

قافیہ مین حرف دخیل کی تکرار (بحرف واحد یا بحرف مختلف) واجب نہین ہی یعنی یہ ضرور نہین کامل کے ساتھ شامل ہی کا قافیہ ہو یا فاضل کے ساتھ جاہل ہی ہو بلکہ اِن قافیون کے ساتھ دل اور منزل کا قافیہ بھی لاسکتے ہین۔ ہان اگر مطلع مین حروف تاسیس دخیل کی تکرار واقع ہوئی تو البتہ تمام ابیات مین اسکا التزام ضروری سمجھا جائیگا۔

(۴) ردف۔ روی کے قبل حروف مدّہ مین سے کوئی حرف (یعنی الف ساکن ماقبل اُسکا مفتوح۔ یا واؤ ساکن ماقبل اُسکا مضموم یا یاے ساکن ماقبل اُسکا مکسور) بغیر کسی واسطہ کے واقع ہو تو اُسکو ردف کہتے ہین۔ جیسے نام اور کام کا الف۔ یا نور[ط] اور طور کا واؤ یا پیر اور تیر کی "ی"۔

اگر حرف مدّہ اور روی کے درمیان کوئی واسطہ بھی ہو جیسے چاند اور ماند۔ کا نون۔ یا دوست اور پوست کی سین۔ شیفتہ اور فریفتہ کی ف) تو اسے ردف زاید کہین گے مگر محقق طوسیؒ نے ردف زاید کو روی مضاعف کے نام سے موسوم کیا ہی۔ ردف زاید کے لیے یہ چھ حروف (خا و را و سین و شین و فا و نون) مخصوص ہین جنکے مجموعہ سے یہ کلمہ (شرف سخن) مرکب ہی۔

شعراے عرب نے اختلاف ردف کو جائز رکھا ہی جیسے عمود کا قافیہ حمید اور بعض شعراے فارس نے بھی بصورت اِمالہ اختلاف ردف کو جائز کیا ہی جیسے حجاب کو حجیب یا رکاب کو رکیب بناکر شکیب کے ساتھ قافیہ رکھا ہے مگر اختلاف ردف ہرگز جائز نہین۔

ط[ط] ایسے قافیون مین واؤ معروف اور واؤ مجہول۔ یاے معروف اور یاے مجہول کا اجتماع شعراے متقدمین و متاخرین کے کلام مین اکثر پایا جاتا ہے جیسے نور کا قافیہ گور۔ تاخیر کا قافیہ دیر۔ مگر آجکل زبان اُردو مین ایسے قافیون کا ترک اولیٰ ہی ۱۲۔

نوٹ۔ اگر حرف ردف کے ماقبل کی حرکت موافق نہو (یعنی واؤ بجائے مضموم ہونے کے مفتوح ہو یا ی بجائے مکسور ہونیکے مفتوح ہو جیسے غَور وجَور۔ غَیر وخَیر وغیرہ) توایسے واؤ اور ایسی ی پر ردف کا اطلاق نہوگا بلکہ حروف قید مین داخل کیے جائینگے جنکا ذکر آتا ہی۔

چونکہ باعتبار تلفظ واؤ معدولہ کا وجود کالعدم ہی اسلیے حروف وحرکات قافیہ پر اسکا کوئی اثر نہین پڑتا یعنی خواب کا قافیہ باب ہوسکتا ہی۔ ۱؎

(۵) قید۔ روی کے قبل اگر کوئی حرف ساکن بغیر کسی واسطے کے واقع ہو (مگر حروف مدّہ مین سے کوئی حرف نہو) تو اُسے قید کہتے ہین جیسے رزم بزم نرم گرم وغیرہ۔ فارسی مین دس حروف باعتبار کثرت استعمال حکم قید مین آتے ہین مگر عربی مین بہت ہین ؎

بود دہ بلفظ عجم حرف قید	بلفظ عرب گرچہ باشد کثیر
بود با و خا را و زا سین و شین	دگر غین و فا نون و ہا یاد گیر

تکرار قید واجب ہی مگر اساتذہ نے اختلاف قید کو بھی روا رکھا ہی۔ مگر اُنھین حرفون کے ساتھ جو قریب المخرج ہون تاکہ قبح زیادہ نمایان نہو جیسے شیخ سعدی کہتے ہین ؎

چہ مصر و شام چہ بر و چہ بحر	ہمہ روستا یند و شیراز شہر

یہ چارون حروف جو بیان کیے گئے قبل روی آتے ہین۔ بعد روی جو آتے ہین وہ یہ ہین۔

(۶) وصل۔ اُس حرف کو کہتے ہین جو بلا فصل روی کے بعد آئے اور اُسکے لیے لاحق ہو یعنی علیحدہ کوئی کلمہ نہو ورنہ ردیف مین شمار کیا جائے گا۔ جیسے حیرانی اور پریشانی کی ی پکارا اور اُتارا کا الف۔ "کہو" اور "رہو" کا واؤ۔ فارسی مین وصل کے دس حرف ہین قطعہ

دہ بود وصل فارسی گو را	الف و دال و کاف و ہا با یا
حرف جمع و اضافت و مصدر	حرف تصغیر و رابطہ است دگر

مثلاً اندھیرا۔ سویرا۔ یابد وتابد۔ عیارک ودلدارک۔ نظارہ واشارہ۔ دیدہ وشنیدہ۔ زردی وسردی۔ تصویرین وزنجیرین۔ بہارم ونگارم۔ مُردن وبُردن تشنگی وگرسنگی۔ باغچہ۔ راغچہ اُٹھالو سنبھالو وغیرہ بارش وخارش کی شین کو بعضون نے حرف وصل قرار دیا ہی مگر میرے نزدیک شین کو روی قرار دیکر الف اور "ر" کو تاسیس ودخیل سمجھنا چاہیئے۔

اختلاف وصل قطعاً ناجائز ہی محقق طوسی علیہ الرحمہ نے وصل کے لیے یہ شرط رکھی ہی

۱؎ حروف قافیہ کا دار ومدار تلفظ پر ہے رسم الخط پر نہین ہی چنانچہ وضو کا قافیہ سلمہٗ قصداً کا قافیہ روشن صحیح ہے کیونکہ ضمہ (اور تنوین) باعتبار تلفظ حرف مستقل کا حکم رکھتے ہین ۱۲

کر ساکن ہو اور روی کو متحرک بنا دے۔ اور اگر وصل متحرک ہو جائے تو اُسے داخل ردیف سمجھنا چاہیے۔ مگر اس بنا پر ظہیر فاریابی کے اِس مطلع مین ؎

بحیرتم زدو چشم رمیدہ آہو یش	کہ رم نمیکند از حلقہ ہاے گیسو یش

یش کو ردیف ماننا پڑے گا اور یہ محل تامل ہے۔ حضرت آتش فرماتے ہین ؎

درد دل سے کبھی نالہ جو کر اُٹھتا ہون مین	آسمان چرخ مین آتا ہے زمین پھٹتی ہی
کسکی دیوار کے سایہ کا مین دیوانہ ہون	میری پرچھائین سے دیوار پرے ہٹتی ہی

میرانیس علی اللہ مقامہ فرماتے ہین ؎

لشکر کی صفین آکے نقیبون نے جمائین	دریاے بلاخیز کی موجین نظر آئین

اِن صورتون مین بھی حرف وصل متحرک ہے مگر "تی" اور "ئین" داخل ردیف نہین ہو سکتے۔ لہذا حرف وصل ساکن بھی ہوتا ہی اور متحرک بھی۔

(۷) خروج - وہ حرف ہی جو بعد وصل کے بلافصل آئے جیسے چاہین اور بناہین مین نون۔ جانا اور آنا مین الف۔

(۸) مزید - وہ حرف ہے جو بعد خروج کے بلافصل آئے جیسے بچائین اور بجائین مین ج روی۔ الف حرف وصل۔ ہمزہ حرف خروج۔ اور ی حرف مزید۔

(۹) نائرہ - وہ ہے جو بعد حرف مزید کے بلافصل آئے۔ جیسے منائین۔ بنائین اور سُنائین مین نون روی۔ الف حرف وصل۔ ہمزہ حرف خروج۔ ی مزید۔ نون حرف نائرہ نائرہ کے بعد جو حرف آئے اُسکا شمار ردیف مین ہوگا۔ واضح ہو کہ روی اور اُسکے بعد جتنے حروف قافیہ آئین اُنکا اختلاف کبھی جائز نہین ہوتا۔ اِس کے علاوہ ردف وقید کا اختلاف بھی صحیح نہین ہے۔ مگر تاسیس ودخیل کا التزام ضروری نہین ہان بطور لزوم مالایلزم اسکی پابندی شاعر کے اختیار کی بات ہی۔

لزوم مالایلزم کی بحث علم قوافی مین فقط تاسیس ودخیل کے متعلق کی گئی ہے مگر ایسے قافیے بھی بہت ہین جنمین نہ تاسیس ودخیل واقع ہوے ہین نہ ردف وقید بلکہ بعض ایسے حروف کی تکرار واقع ہوئی ہے جو حروف قافیہ کی حدون سے باہر ہین جیسے رحمت وزحمت۔ یہان یقیناً ست کو حرف روی ماننا پڑے گا اور اسکے قبل رح اور زح جو دو حروف مکرر آئے ہین ان پر نہ ردف وقید کی تعریف صادق آتی ہے نہ تاسیس ودخیل

کی۔ پھر ان حروف (ح اور م) کے نام کیا ہین ؟ کیونکہ قافیہ مین انھین حرفون کی تکرار چاہیئے جو از روے علم قوافی حروف قافیہ مین داخل ہون۔ اِس مقام پر علم قوافی سوا اس کے کوئی جواب نہین رکھتا کہ ایسے قافیون کو لزوم مالا یلزم مین شمار کرنا چاہیئے۔ مگر یہ جواب شافی نہین ہے۔ قافیہ مین جن حرفون کی تکرار پائی جائے از روے فن اُن کے کچھ نام بھی مقرر کرنا ضروری ہی۔

چونکہ ان حرفون (یعنی رحمت و زحمت کی حم) کے نام بتائے نہین جا سکتے اِسلیے ہم یہ کہہ سکتے ہین کہ علم قافیہ مین یہ نقص ہے۔ اِس اعتراض کا شاید یہ جواب دیا جائے کہ ایسی مثالین شاذ و نادر پائی جاتی ہین۔ مگر ہم یہ کہین گے کہ ہرگز یہ صورتین شاذ نہین بلکہ کہین۔ اور نہین۔ یہین اور وہین۔ کلام۔ سلام۔ حرکت اور برکت۔ ہامان اور سامان۔ مغفور فغفور۔ زینت اور طینت۔ جعفر اور زعفر۔ پرکار اور سرکار۔ علم۔ اور قلم وغیرہ کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالین مل سکتی ہین جنھین از روے فن بعض حروف مکرر کے نام بتائے نہین جا سکتے۔ ایسے قافیے جب اس کثرت سے پائے جاتے ہین جنکے بعض حروف مکرر حروف قافیہ کی حدون سے باہر ہین جنپر کسی حرف قافیہ کی تعریف صادق نہین آتی تو ایسے قافیون کو ضرور کسی قاعدہ کے تحت مین لاکر اُصول علم قوافی کو وسعت دینی چاہیئے تھی مگر ایسا نہین کیا گیا بنا برین ہم کہہ سکتے ہین کہ یہ ایک نقص ہی واللہ اعلم۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ رحمت و زحمت۔ علم و قلم مین جب حرف روی قایم ہو گیا تو اور حروف مکرر کے نام مقرر کرنے کی ضرورت باقی نہین رہتی تو ہم یہ کہین گے کہ پھر کامل اور شامل۔ کہین اور نہین تخت و بخت وغیرہ مین حرف تاسیس و دخیل۔ ردف و قید وغیرہ کی غیر ضروری بحث کیون چھیڑی گئی فقط حرف روی قایم کر دینا کافی تھا قوافی پر نظر دقیق کی گئی تو ان صورتون کو نظر انداز کیون کیا۔

حرکات قافیہ

حرکات قافیہ وہ ہین جو حروف قافیہ سے متعلق ہون۔ اور وہ تعداد مین چھ ہین۔ رَس و اشباع حذو و توجیہ۔ مجریٰ و نفاذ۔

(۱) رس۔ حرکت ماقبل الف تاسیس کا نام ہے جیسے کامل اور شامل مین کاف

اور شین کی حرکت۔

(۲) اشباع۔ حرف دخیل کی حرکت کو کہتے ہین (حرکات ثلاثہ مین سے کوئی حرکت ہو) جیسے چادر اور مادر مین فتحہ دال۔ خاطر اور شاطر مین کسرہ طا۔ تغافل اور تجاہل مین ضمہ فا و ہا۔ اختلاف اشباع جائز نہین مگر اُس حالت مین جب حرف روی متحرک ہو جائے۔ جیسے شاعری اور مادری۔

(۳) حذو۔ ماقبل ردف و قید کی حرکت کا نام ہے۔ جیسے بہار و غبار مین "ہ" اور "ب" کی حرکت۔ منظور اور منصور مین "ظ" اور "ص" کی حرکت۔ بیں اور تبیں مین ب اور ت کی حرکت۔ اِسی طرح درد اور زرد مین "دال" اور "زا" کی حرکت۔ اختلاف حذو بھی جائز نہین ہان جب حرف روی متحرک ہو جائے۔ جیسے رستہ اور آہستہ زہرا اور سہرا۔ اختلاف حذو ردف کے ساتھ بھی جائز نہین یعنی طُول اور ہَول کا قافیہ نہین ہو سکتا۔

نوٹ۔ واؤ اور ی کی حرکت اگر مخالف ہو تو اُس حالت مین یہی واؤ اور ی حرف قید بنجاتے ہین ردف نہین باقی رہتے۔ چنانچہ لفظ طول ہین واؤ حرف ردف ہے اور ہول مین حرف قید ہے۔ اِسی طرح لفظ دُور (دال مضموم) مین واؤ حرف ردف ہے اور لفظ دَور (دال مفتوح) مین واؤ حرف قید ہے۔

(۴) توجیہ۔ روی ساکن کے ماقبل کی حرکت کو کہتے ہین جیسے علم اور قلم مین لام کی حرکت یا ہم اور تم مین "ہ" اور "ت" کی حرکت۔

توجیہ کی یہ تعریف کامل اور شامل مین بھی ماقبل روی (یعنی م) کی حرکت پر صادق آتی ہے۔ مگر یہان میم حرف دخیل ہے جسکی حرکت کو اشباع کہتے ہین۔ اِس حالت مین توجیہ اور اشباع کی تعریف مین کوئی فرق نہین نکلتا۔

لہذا توجیہ کی جامع و مانع تعریف علما نے یہ کی ہے کہ "روی ساکن کے ماقبل کی حرکت کا نام توجیہ ہے بشرطیکہ روی کے ساتھ حروف قافیہ مین سے اور کوئی حرف نہ پایا جائے اور اگر روی کے علاوہ اور کوئی حرف قافیہ بھی ہو مثلاً حرف وصل تو ایسی حالت مین اسکو توجیہ نہ کہین گے "حرکت ماقبل روی" کہین گے۔

اور اِسی خیال سے اشباع کی تعریف مین بھی یہ تخصیص کی گئی ہے کہ "جن قافیون مین حرف دخیل کے علاوہ وصل بھی ہو اور روی متحرک ہو جائے تو اِس حالت مخصوص

مین دخیل کی حرکت کو اشباع کہین گے" جیسے شاعری اور ظاہری۔
اختلاف توجیہ کسی حالت مین جائز نہین ہوتا مگر جب حرف روی حرف وصل سے ملکر متحرک ہوجائے تو یہ اختلاف جائز ہے جیسے لُٹانا اور مِٹانا۔ گلی اور کھلی گٹی اور مٹی۔ ملے۔ (بہ کسر میم) اور پھلے مگر ان حالتون مین اِسے توجیہ نہین کہتے بلکہ حرکت ماقبل روی کہتے ہین جیسا اوپر بیان ہوا۔
نوٹ۔ کٹی اور مٹی کی طرح کٹنا اور مٹنا کا قافیہ جائز نہین ہوسکتا۔ کیونکہ اختلاف حرکت ماقبل روی اُسی حالت مین جائز ہے جب حرف روی وصل سے ملکر متحرک ہوجائے جیسے کٹی اور مٹی مین۔ مگر کٹنا اور مٹنا مین حرف روی متحرک نہین ہوتا بلکہ وصل متحرک ہوجاتا ہے اِس لیے یہان اختلاف ماقبل روی جائز نہین۔
(۵) **مجریٰ**۔ حرف روی کی حرکت کو کہتے ہین۔ جیسے لڑے اور گڑے مین "ڑ" کی حرکت اختلاف مجریٰ بھی جائز نہین۔
(۶) **نفاذ**۔ حرف وصل کی حرکت کو کہتے ہین جیسے بنائین اور لگائین مین ہمزہ کی حرکت خروج و مزید کی حرکت کو بھی نفاذ کہتے ہین۔ اختلاف نفاذ بھی جائز نہین۔

اقسام روی

روی کی دو قسمین ہین: مقید و مطلق۔ روی ساکن کو مقید کہتے ہین جیسے گھر اور در۔ روی متحرک کو مطلق کہتے ہین۔ جیسے لڑے اور کھڑے۔ پھر ان دونون قسمون کی دو دو صورتین ہین۔ ایک تو یہ کہ سوائے روی کے اور کوئی حرف قافیہ نہ پایا جائے اِسے مجرد کہتے ہین جیسے دم اور خم (مقید مجرد) لڑے اور پڑے (مطلق مجرد)
دوسری صورت یہ ہے کہ علاوہ روی کے اور حروف قافیہ بھی پائے جائین تو اس حالت مین روی کو اس حرف قافیہ کے نام سے موسوم کرتے ہین۔ جیسے مقید مجردہ۔ مقید مردفہ۔ مقید مؤسسہ یا مقید موصولہ۔ اور مطلق کو مطلق مجردہ۔ مطلق مردفہ مطلق مؤسسہ یا مطلق موصولہ۔
(۱) نیز ہو کہ اگر روی کے ساتھ حرف قید بھی ہو تو اُسے مردفہ ہی کہینگے اور اگر خروج و مزید و نائرہ بھی ہون تو اُسے موصولہ ہی کہینگے۔

اقسام قافیہ باعتبار تقطیع

اِس اعتبار سے قافیہ کی پانچ قسمین ہین۔ مترادف۔ متواتر۔ متدارک۔ متراکب۔ متکاوس۔

(۱) مترادف۔ وہ قافیہ ہے جسکے آخر مین دو ساکن برابر جمع ہون جیسے مؤلف عرض کرتا ہی ؎

چونکا ہون خواب سے ابھی محفل یار دیکھکر	سکتے مین ہون دو رنگی لیل و نہار دیکھکر

(۲) متواتر۔ وہ کہ آخر قافیہ مین مابین دو ساکن کے ایک متحرک واقع ہو جیسے خواجہ آتش فرماتے ہین ؎

خاک مین مِل کے بھی مین اُسکو نہ دشمن سمجھا	گردش چرخ کو مین گردش دامن سمجھا

(۳) متدارک۔ وہ ہے کہ آخر قافیہ مین درمیان دو ساکن کے دو متحرک واقع ہون جیسے مؤلف عرض کرتا ہی ؎

چلے چلو جہان لیجائے ولولہ دل کا	ولیل راہ محبت ہے فیصلہ دل کا

(۴) متراکب۔ وہ ہے کہ آخر قافیہ مین مابین دو ساکن کے تین متحرک پے درپے واقع ہون جیسے اسیر کہتے ہین ؎

ہر کہ جام از کف ساقی فگند	شیشۂ زندگی خود شکند

(۵) متکاوس وہ ہے کہ درمیان دو ساکن کے چار حروف متحرک ہون۔ اُردو فارسی مین اِسکی مثال بایہ اعتبار سے ساقط ہی۔

عیوب قافیہ

عیوب قافیہ تعداد مین چھ ہین۔ غلو۔ تعدی۔ اقوا۔ اکفا۔ سناد۔ ایطا۔

(۱) غلو۔ روی ایک مصرعہ مین ساکن ہو اور دوسری جگہ متحرک تو اُسے غلو کہتے ہین جیسے خواجہ حافظ فرماتے ہین ؎

صلاح کار کجا و من خراب کجا	ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

مگر درحقیقت خواجہ حافظ نے دھوکا نہین کھایا ہے کیونکہ یہان تقطیع مین حرف روی دونون جگہ متحرک ہوجاتا ہے۔ یہ کوئی عیب نہین ہی بلکہ صنعت ہی۔

(۲) **تعدی**۔ اگر حرف وصل ایک جگہ متحرک اور دوسری جگہ ساکن ہو تو اُسے تعدی کہتے ہین مگر اسکی مثال پایہ اعتبار سے ساقط ہی۔

(۳) **اقوا**۔ اصطلاح مین اختلاف حذو (یعنی حرکت ماقبل ردف وقید) اور اختلاف توجیہ کو کہتے ہین۔ مثلاً (اختلاف حذو) طول اور ہول غیرا ور شیر۔ دشت اور زشت وغیرہ اور اختلاف توجیہ جیسے دل اور کاکل وغیرہ جائز نہین۔ ہان اگر روی متحرک ہو جائے تو یہ اختلاف جائز ہوگا۔

(۴) **اکفا**۔ اختلاف حرف روی کو کہتے ہین۔ جیسے تنگ اور سگ۔ مباح اور سیاہ یہ سخت عیب ہے اور شمس قیس نے سچ کہا ہے کہ جس شعر مین یہ عیب ہو اُسے شعر نہ کہنا چاہیے۔

(۵) **سناد**۔ اختلاف ردف وقید کو کہتے ہین جیسے نار اور نور۔ راست وکاشت مین اختلاف ردف یا جیسے صبر و قہر مین اختلاف قید۔ اِس قسم کے قافیے بھی بالکل ممنوع ہین۔

(۶) **ایطا**۔ قافیہ مین کلمۂ آخر (متحد المعنی) کی تکرار کو کہتے ہین۔ یعنی اگر اُس کلمۂ متحد المعنی کو قافیون سے الگ کر ڈالین تو جو کچھ باقی رہے وہ الفاظ بامعنی ہون مگر اُنمین حرف روی قائم نہ ہو سکے۔ جیسے دردمند اور حاجتمند مین سے کلمہ "مند" (جو دونون جگہ معنی واحد رکھتا ہے) اگر نکال ڈالا جائے تو درد اور حاجت الفاظ بامعنی رہتے ہین مگر ان مین حرف روی مشترک نہین ہے۔ اسی طرح کہنا اور سُننا مین سے زوائد (یعنی حرف نا کہ علامت مصدر رہی) کو نکال ڈالین تو کہہ اور سُن الفاظ بامعنی باقی رہتے ہین مگر یہان بھی حرف روی قائم نہین ہو سکتا لہٰذا ان قافیون مین ایطا ہے۔ مگر کہنا اور رہنا مین سے اگر زوائد (یعنی حرف نا علامت مصدر رہی) کو الگ کر ڈالین تو کہہ اور رہ الفاظ بامعنی باقی رہتے ہین اور حرف روی (یعنی ہ) بھی قائم رہتا ہے لہٰذا کہنا اور رہنا مین ایطا نہین ہو۔

ایطا کی دو قسمین ہین۔ جلی اور خفی۔

ایطا رخفی وہ ہے جسمین اُس کلمۂ آخر متحد المعنی کی تکرار بادی النظر مین معلوم نہو جیسے دانا و بینا۔ حیران و سرگردان۔ آب وگلاب وغیرہ ان لفظون مین ان اور اب کی تکرار زیادہ نمایان نہین ہے اسلیے بُری نہین معلوم ہوتی لہٰذا جائز ہو۔

ایطا رجلی وہ ہے جہان کسی حرف یا کلمۂ متحد المعنی کی تکرار صاف نمایان ہو

جیسے سمگرو چارہ گر مین گر جا جمند اور درد مند مین کلمہ مند۔ چلنا اور جانا مین حرف نا وغیرہ
نوٹ۔ مگر اُردو مین (الف۔ واؤ۔ یا) مین سے تنہا کوئی حرف بطور زوایدکے واقع ہو اور معنی
واحد بھی رکھتا ہو اور اُسکے نکال ڈالنے سے حرف روی بھی قائم نہ ہو سکے تو بھی ایسے
الفاظ کو باہم قافیہ ٹھہرانا کمترین کے نزدیک جائز ہے جیسے سُنا اور کہا۔ چلو اور اُٹھو چلی
اور کٹی وغیرہ کے قافیے میرے نزدیک معیوب نہین ہین۔ کیونکہ زوایدمین فقط ایک حرف ہے
اور اسوجہ سے قبح زیادہ نمایان نہین ہوتا۔ ہان اگر زوائد ایک حرف سے زیادہ ہون تو معیوب
ہے جیسے چلنا اور جانا کہ یہان دو حرف (نا) زوائد مین ہین۔ لہذا زوائد مین ایک حرف
تک کی اجازت قابل اعتراض نہین ہے اس اصول پر چلی اور کٹی۔ کہو اور سُنو جائز اور
چلنا کٹنا۔ کہنا اور سُننا ناجائز قافیہ اگر الف بطور تعدیہ واقع ہو تو اُسکا شمار کبھی زوائد مین
نہین ہو سکتا بلکہ صلی سمجھا جاوے گا جیسے کہوانا اور سُنوانا مین فقط حرف نا زوائد مین داخل ہے
الف زوائد مین داخل نہین ہو سکتا کیونکہ ان دونون مصادر سے جتنے الفاظ مشتق ہونگے
الف ہر جگہ قائم رہے گا مثلاً کہواتے اور سُنواتے کہوائین اور سُنوائین۔ کہواؤ اور سُنواؤ
وغیرہ وغیرہ لہذا کہوانا اور سُنوانا مین ایطا نہین ہو سکتا۔ اسی طرح جلانا۔ بجانا۔ گرانا۔
اُٹھانا مین الف تعدیہ ہے۔ ان مصادر سے جتنے الفاظ مشتق ہونگے الف ہر جگہ باقی
رہے گا پس یہ الف زوائد مین شمار نہین کیا جا سکتا لہذا ان قافیون مین ایطا نہین ہے۔
بعض ناواقف فن جلانا اور اُٹھانا مین سے "نا" اور الف دونون کو زاید سمجھکر جل اور اُٹھ صیغہ
امر بنا کر ایطا کا حکم لگا دیتے ہین مگر یہ نہین سمجھتے کہ جلا اور اُٹھا خود امر ہے اب ہمین سے الف
کیونکر علیحدہ ہو سکتا ہے یہ الف ہر صیغہ مین باقی رہے گا زوائد مین شمار نہین کیا جا سکتا۔

فارسی مین اس مقام پر اجتماع امر و نہی درست ہے جیسے بیا و میا مگر اجتماع نفی
و اثبات ناجائز جیسے بگفت و نگفت۔

مذکورہ بالا عیوب قافیہ کے علاوہ قافیہ معمولہ کو بھی بعضون نے عیوب مین داخل

لہ کیونکہ بیجا پابندی سے عرصہ سخن تنگ ہو جاتا ہے۔ جس طرح کٹی اور مٹی مین اختلاف توجیہ جائز
رکھا گیا ہے کیونکہ قبح زیادہ نمایان نہین ہوتا اسی طرح چلو اور کہو۔ کہا اور سُنا مین بھی قبح زیادہ نمایان
نہین ہوتا لہذا ایسے قافیے میرے نزدیک جائز ہین یہ میری ذاتی راے ہے باقی اہل سخن کو
اختیار ہے۔ یاس ۱۲

گیا ہے مگر یہ زبردستی ہی۔ قافیہ معمولہ دراصل ایک صنعت ہے اور اسکی دو قسمین ہین ترکیبی اور تحلیلی۔

ترکیبی وہ ہے کہ ایک لفظ کے ساتھ دوسری کوئی لفظ بڑھاکر قافیہ بنائین جیسے پروانہ ہوا۔ دیوانہ ہوا کے ساتھ اچھا نہوا۔

تحلیلی وہ ہے کہ ایک لفظ کے دو ٹکڑے کرین پہلے کو داخل قافیہ کرین اور دوسرے کو شامل ردیف جیسے ؎

گلے لپٹے ہین وہ بجلی کے ڈر سے	الٰہی یہ گھٹا دو دن تو برسے

ردیف

ردیف کسی حرف یا کلمہ مستقل کو کہتے ہین جو آخر شعر مین بعد قافیہ واقع ہو مگر یہ ضرور نہین کہ وہ کلمۂ مستقل (یعنی ردیف) ہر بیت مین ایک ہی معنی پیدا کرے۔ اگر کسی بیت مین ردیف اپنے معنی مستقل کے خلاف کوئی اور معنی دے تو مضائقہ نہین مثلاً غالب کہتے ہین ؎

وہ زندہ ہم ہین کہ ہین روشناس خلق ای خضر	نہ تم کہ چور بنے عمر جاودان کے لیے
گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت آئے	اُٹھا اور اُٹھ کے قدم مین نے پاسبان کے لیے

اور اگر ردیف قافیے سے پہلے آئے تو اُسے حاجب کہتے ہین مثلاً رباعی ؎

ہرچند رسد ہر نفس از یار غمے	باید نہ شود رنجہ دل از یار دمے
زانرو کہ چو نیک بنگری آن غم ہا	از جانب اوست اکثر از یار کمے

اور اگر ردیف دو قافیون کے درمیان واقع ہو تو نہایت مستحسن ہی جیسے شعر ؎

کہین آنکھون سے خون ہو کے بہا	اُسین دل مین جنون ہو کے رہا

اہل زبان و زبان دان

اہل زبان کی پہچان کیا ہے۔ اہل زبان وہ شخص ہو جسکو اپنی زبان کے متعلق یہ یاد نہ ہو کہ کب سیکھی کیونکر سیکھی اور کس سے سیکھی یعنی بغیر صرف و نحو حاصل کیے بچپنے سے اُس زبان مین گفتگو کرتا رہا ہو۔

دوسری پہچان یہ ہے کہ ہر بات ہر مضمون کو اپنی زبان مین سوچے اپنی زبان کے الفاظ مین ذہن نشین کرے۔ فرض کیجئے کسی انگریز کو زبان انگریزی مین کوئی لکچر دینا ہے تو وہ اپنے مطالب کا خاکہ انگریزی زبان کے الفاظ مین دماغ کے اندر قائم کرے گا۔ اور اگر اُردو مین کوئی تقریر کرنا ہوگی تو بھی اپنے مطالب کو انگریزی ہی کے الفاظ کے ذریعہ سے ذہن نشین کرے گا اور پھر اُردو زبان مین اُسکا ترجمہ کرنے کی ضرورت لاحق ہوگی۔ اس بنا پر وہ انگریزی زبان کا اہل زبان کہا جائے گا مگر اُردو کا اہل زبان نہ کہلائے گا

اسی اصول پر اہل زبان اُردو کو پہچان لیجئے۔ جس شخص کو یہ نہ یاد ہو کہ اُردو کب سیکھی اور کیونکر سیکھی۔ جو بغیر صرف و نحو پڑھے بچپنے سے اُردو زبان مین گفتگو کرتا رہا ہو۔ اظہار خیالات کا فطرتی ذریعہ جسکے لیے یہی اُردو زبان ہو وہ اہل زبان ہے۔ انسان غور و فکر کرتے وقت جس زبان سے کام لے وہی اُسکی مادری زبان ہو۔

اور زبان دان وہ ہے جو اہل زبان ہونے کے علاوہ زبان اردو کی صرف و نحو ماہیت و ماخذ الفاظ سے بھی واقف ہو۔ زبان دان ہونے کے لیے تحقیق و تدقیق شرط ہے۔ اکثر اہل لکھنؤ کو یہ کہتے سُنا ہے کہ لکھنؤ کا رہنے والا اہل زبان ہے اور باہر کا ایک متنفس بھی اہل زبان نہین اور بڑی تعریف کی تو یہ کہدیا کہ ہان باہر کا فلان شخص زبان دان ہو مگر اہل زبان نہین ہے۔ یہ عجب اُلٹی بات ہے۔ زبان دان ہونا تو اکتساب و تحقیق پر منحصر ہو مگر اہل زبان ہونا داخل فطرت ہو۔ لکھنؤ والا اہل زبان تو ضرور مانا جائے گا مگر اس سے یہ نہین لازم آتا کہ وہ زبان دان بھی ہو۔ اہل لکھنؤ کے علاوہ باہر کے رہنے والے جنکی زبان مادری اُردو ہی وہ سب اہل زبان ہین مگر ہر شخص زبان دان نہین ہے۔ صوبہ اودھ کے بیشتر شہر مثلاً

میرٹھ۔ آگرہ۔ کانپور۔ الہ آباد۔ بنارس۔ جونپور فیض آباد۔ بریلی۔ رامپور۔ مراد آباد وغیرہ صوبۂ پنجاب مین دہلی۔ صوبۂ بہار مین عظیم آباد گیا مظفر پور اور صوبۂ بنگال مین مرشد آباد و مٹیا برج یہ سب مقامات ایسے ہین جہان مسلمانون کے معزز خاندان امرا و شرفا کی زبان مادری اردو ہے۔ یہ سب اہل زبان ہین مگر زیادہ تر وہی لوگ جو خاص شہر کے باشندے ہین اور مضافات شہر مین بھی اکثر فصحا پائے جاتے ہین۔ ان سب امرا و شرفا کے روزمرے اور محاورے زبان اردو مین داخل ہین اور مستند ہین۔ کیونکہ فصحاے شہر کی زبانون پر بیشتر وہی محاورے ہین جو لکھنؤ اور دہلی مین مستعمل ہین۔ وہ روزمرے وہ محاورے وہ الفاظ جو تمام ہندوستان مین مشترک ہین وہی زبان اردو مین داخل ہین۔ مگر لکھنو کے چند خاندانون کے وہ مخصوص محاورات جو مستورات کی زبانون کے سوا اور کہین نہین پائے جاتے وہ local tongue یعنی مقامی زبان مین شمار کیے جائین گے ہندوستان کی عام زبان مین داخل نہین ہین کیونکہ ان مخصوص و محفوظ محاورات سے علمی زبان کو کوئی فائدہ پہونچتا ہو نہ شعرا ان محاورات کو قید نظم مین لاتے ہین۔ اسیطرح اور اور شہرون کے وہ محاورات جو کسی خاص مقام سے تعلق رکھتے ہین وہ بھی لوکل سمجھے جائین گے۔ مگر لغات مین سب درج کرنے کے قابل ہین۔ ہندوستان کے مختلف مقامات پر جو مختلف اصطلاحی الفاظ مستعمل ہین اور لکھنؤ مین انکا وجود نہین (کیونکہ لکھنؤ مین وہ شئے موجود ہی نہین جسکے لیے کوئی لفظ مقرر کیجائے) انکو بھی اہل لکھنو حسب عادت خلاف محاورہ کہتے ہین۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اہل لکھنؤ اکثر جاہل ہوتے ہین فلسفہ زبان کی خبر نہین رکھتے۔ لکھنؤ سے علم و فضل کب کا رخصت ہو چکا مگر ایک زبان رہ گئی تھی اسکی بھی الوداع قریب ہے۔ جہالت نے اس حد کا زور پکڑ لیا ہے کہ خود اپنے محاورون سے ناواقف ہین اور جب کوئی اہل زبان خاص لکھنؤ کے محاورے نظم کرتا ہے تو بغیر تحقیق کیے اعتراض جڑ دیتے ہین اور آخر کو ذلیل ہوتے ہین مین نے ایک مطلع کہا تھا ؎

اجل کو کیا خبر دل مین اسیرون کے جو ارمان تھا
نکلتے بیٹھتے دن تھے بہار آنے کا سامان تھا

بعض احمقون نے اعتراض جڑ دیا کہ "نکلتے بیٹھتے دن" کون سا محاورہ ہے۔ حالانکہ خاندان انیس نے اس محل صرف کی بہت داد دی۔ تداخل فصلین کے زمانے کو نکلتے بیٹھتے دن کہتے ہین ایک فصل جاتی ہے اور دوسری فصل آتی ہے۔ موسم بہار کی آمد آمد تھی۔ ایسے وقت مین

اجل نے اسیرون کا کام تمام کر دیا مگر اُس ظالم کو کیا خبر کہ کیسے کیسے ارمان دل مین گھٹ گھٹ کر رہ گئے جب اس محاورہ کو مین نے سمجھا یا تب سمجھے اور صرف بامحل کی داد دی۔ واضح ہو کہ یہ محاورہ آجتک لکھنؤ کے ہر طبقہ مین یکسان مستعمل ہے۔ متروکات مین داخل نہین ہے۔ مگر اس جہالت کا کیا جواب ہے کہ بغیر تحقیق کیے اعتراض جڑ دیا۔ اس کا نتیجہ سوائے ذلت کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ اور سُنیے لکھنو کے ایک صاحب جو خود کو میر و غالب کا مقلّد لکھتے ہین جنکے سر مین خوش مذاقی اور زبان دانی کا سودا بھی سما گیا ہی فرماتے ہین ؎

معاذ اللہ معاذ اللہ یہ ضبط سوز غم میرا	دھوان سا گھٹ گیا ہر سمت یون نکلا ہی دم میرا

دھوان گھٹنا محاورہ ضرور ہے۔ مگر محل صرف یہ نہین ہے۔ جاہل سے جاہل جانتا ہے کہ دھوان ہر سمت (یعنی فضا مین) گھٹ نہین سکتا۔ ہر سمت چھا جاتا ہی۔ گھٹنے کے لیے ظرفیت ضرور ہے۔ دھوان گھٹے یا دم گھٹے تنگ جگہ کے سوا ہر سمت نہین گھٹ سکتا۔ ہر سمت کے ساتھ گھٹنا کتنی بے تکی بات ہی۔

اس تقریر سے ثابت ہے کہ زبان اُردو اب کسی خاص خاندان یا کسی خاص شہر کی ملک نہین رہی۔ غدر کے قبل اہل لکھنو اپنے سوا اور کسیکو اہل زبان نہ سمجھتے تھے اور یہ خیال اُسوقت تک اتنا مہمل نہ تھا جتنا آجکل۔ کیونکہ اُسوقت تک سوائے چند شہرون سے (جہان شاہ دہلی کے گورنر رہا کرتے تھے اور مسلمانون کے معزز خاندان آباد تھے مثلاً عظیم آباد بنارس الہ آباد وغیرہ) ہر جگہ اُردو کا رواج نہ ہوا تھا۔ مگر غدر کے بعد لکھنو اور دہلی کے ہزارون معزز خاندان اور اکثر اہل ہنر مع اہل و عیال و دیگر متعلقین تباہ ہو کر کہین سے کہین پہونچ گئے اور زبان اُردو کو بھی ہمراہ لیتے گئے اور ایسے گئے کہ پھر کر لکھنؤ یا دہلی آنا نصیب نہوا۔ فرخ سیر اور عظیم الشان کے زمانے مین عظیم آباد بالکل مسلمانون کا شہر بن گیا۔ ہزارون خاندان آکر آباد ہوے۔ ان لوگون کی تباہی اُردو کی خوش قسمتی ثابت ہوئی یعنی اُردو کا اثر تمام ہندوستان پر پھیل گیا لوگ اسی کو زبان بولنے لگے اسطرح اُردو کا قبضہ تمام ہندوستان پر اور تمام ہندوستان کا قبضہ اُردو زبان پر ہو گیا اور لکھنؤ والون کا کچھ بس نہ چل سکا۔ اس کے علاوہ اخبار و جراید کی اشاعت۔ ناولون افسانون اور مختلف تصنیفون کی کثرت۔ اندر سبھا اور تھیٹرون کی بدولت اس زبان کی اور بھی اشاعت ہوئی۔ مگر میرے حسد شعار احباب کا بھولا پن دیکھیے کہ وہ آجتک اس زبان کا مالک بلا شرکت غیرے

اپنے سوا اور کسی کو نہین سمجھتے۔ لیکن انصاف پسند اور حاسد ہر جگہ ہر قوم مین ہوتے ہین۔ تو بھی لکھنؤ مین بھی ایسے بزرگوار تھے اور ہین جو دوسرے کی زبان اور کمال سخن کا اعتراف کرتے تھے اور کرتے ہین۔ میرانیس علی اللہ مقامہ نے بر سر منبر عظیم آباد کو ٹکسال کہا ہے۔ میر و سودا نے راسخ عظیم آبادی کو (جب وہ لکھنؤ آئے تھے) گلے سے لگا لیا نواب شیفتہ دہلوی نے اپنے تذکرے مین شعرائے عظیم آباد کا قابل قدر لفظون مین اعتراف فرمایا۔ میر نفیس مغفور نے حضرت اُستادی مولانا شاد مدظلہٗ کو انہون مین شمار کیا۔ مگر آجکل کے تنگ خیال لکھنوے دوسرے شہر کے اہل زبان و اہل کمال کو دیکھکر حیران ہوتے ہین اور انگارون پر لوٹتے ہین۔ خود تو جہالت کے سبب کوئی کارنمایان کر نہین سکتے مگر دوسرون کے مٹانے کی کوشش کرتے ہین اور خود ذلیل ہوتے ہین اور اِس تعصب بیجا کو وطن پرستی کہتے ہین واہ کیا خوب وطن پرستی ہے ماشاءاللہ بڑے غیرت دار ہین۔ فقط یہی شیخی باقی رہ گئی ہے کہ "مین لکھنؤ مین پیدا ہوا ہون" گویا تمام عطیہ ربانی آپ ہی پر ختم ہین۔ سُنا ہے کہ دہلی کے شہزادے ابتک تاج و تخت کی قسمین کھاتے ہین جیسے تاج و تخت ابھی تک اُنھین کے قبضہ مین ہے۔ زبان اُردو کے متعلق بھی بعض جہالت مآب اہل لکھنؤ کا یہی خیال ہے کہ اُردو ابتک اُنھین کی مِلک ہے اُنکے قبضہ سے نکلی ہی نہین اور تمام ہندوستان گویا اُن کا تابع فرمان ہے خیر اِن جاہلون کو تو اِسی خواب غفلت مین رہنے دیجئے۔ بہی خواہان اُردو کو یہ لازم ہے کہ اُسکی ترقی و اشاعت پر پورے طور سے آمادہ ہو جائین۔ لکھنؤ کی زبان سے جہان تک فائدہ اُٹھا سکین اُٹھائین باقی خود اِس زبان کی تراش خراش کرین۔ اِن جہالت مآب حضرات سے کوئی کام نہو سکے گا بلکہ دوسرے جو کچھ خدمت کرینگے اُنکی طرف سے اُس کا صلہ سوائے حسد و رشک کے اور کچھ نہ ہوگا۔ مین نے اپنے کانون سے اکثر یہ سُنا ہے کہ مولانا اکبر الہ آبادی اور مولانا حالی کی زبان مستند نہین ہی۔ جب اسقدر جہالت چھائی ہوئی ہو تو پھر ایسے لوگون سے کیا امید ہو سکتی بھاڑ مین جائے ایسی جہالت۔ اگر اکبر الہ آبادی اہل زبان نہین تو کوئی اہل زبان نہین کہا جا سکتا۔

• لکھنؤ کے چند کچھ نیے شاعرون نے ملکر ایک جتھا قائم کیا تھا اور شہر کے اساتذہ کو بھی پھانسنا چاہا تھا مگر حکیم جلال و جناب آوج و جناب رشید و دیگر اساتذہ لکھنؤ

کب اُنکے دام مین آنے والے تھے ہمیشہ ان سے احتراز کرتے رہے مگر ان حضرات نے شہر مین وہ اُودھم مچایا کہ ہر شخص بیزار ہوگیا لوگ ان کے ہذیانات اور دعوائے اجتہاد پر سوائے خاموشی کے اور کچھ نہ کہتے تھے۔ ان بد مذاق حضرات نے میدان خالی پاکر پہلے تو لکھنؤ کی زبان پر چھری پھیری اور پھر رنگ تغزل کا ستیاناس کردیا۔ مگر جب سے اپنجاب کا قدم لکھنؤ مین آیا سارا طلسم ٹوٹ گیا بساط اُلٹ گئی۔ کچھ ایسے قدرتی اسباب جمع ہوے کہ جناب صفی جو اس جتھے کے سرغنہ تھے اَلگ ہوگئے۔ راجا بل کے الگ ہوتے ہی پھر ویران ہوگئی اور اب پوین ماری ماری پھرتی ہین۔ ان کی نفسانیت نے خود ان کے دُھرّے ہلا دیے۔ اگر پھر سے پھر جمائین تو اب کوئی پاس پھٹکنے کا نہین۔

ایسے لوگون سے زبان اُردو کی خدمت کیا ہوسکتی تھی۔ یہ لوگ تو اتنا بھی نہین جانتے کہ اصطلاح شعرا مین شاعر کسے کہتے ہین۔ اہل زبان کون ہے اور شاعر اہل زبان کون ہی۔

اہل زبان وہی ہین جنکی تعریف مین نے اوپر بیان کی ہے۔ اُسکے علاوہ یہ بھی ہے کہ محاورون کا صرف بامحل جانتا ہو مگر یہ لوگ اتنا بھی نہین جانتے۔ اور اگر فرض کرلیجیے کہ کچھ جانتے بھی ہون تو قید نظم مین نہین لاسکتے کیونکہ ان حضرات کا کلام محاورات کی خوبیون سے بالکل معرّا ہے۔ یہ لوگ رموز فصاحت و بلاغت سے ذرا آشنا نہین۔ اگر اہل زبان ہون گے تو روزمرّہ اور بول چال کے اعتبار سے ہون گے ورنہ بحیثیت شاعر ہرگز یہ لوگ اہل زبان نہین ہین جب محاورہ پر قدرت نظم نہین رکھتے تو اہل زبان کہان کے آئے۔

شاعر اہل زبان وہی ہے جو ایک ایک محاورے مین کئی کئی معنوی خوبیان پیدا کرے اور محل صرف کے مختلف گوشے نکالے۔ جب تک یہ قدرت حاصل نہین شاعر اہل زبان نہین کہا جاسکتا اور جس شخص مین یہ ملکہ پایا جائے وہ لکھنؤ کا ہو یا دہلی کا عظیم آباد کا ہو یا الہ آباد کا شاعر اہل زبان مانا جائے گا۔ دیکھیے شاعر اہل زبان کی شان یہ ہے کہ محاورون کے نئے نئے محل صرف پیدا کرے میر انیس مغفور فرماتے ہین ؎

بچھ منھ کا نوالہ نہین تلوار کا کھانا۔

فقط

مرزا واجد حسین یاس آتش پرست

غلط نامہ کتاب ہذا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۱	دایوتنا ہی	اُتنا ہی	۱۳	۱	لرزے موج	لرزے ہی موج
۹	۷	اوبھل	اوجھل	۱۶	۱۵	جزاے شیر	جزاے خیر
۹	۱۴	وہ اثر نہین دہ نتیجہ	وہ اثر وہ نتیجہ	۱۷	۲۵	کوہ کندن ردہ کاہ برآوردن	کوہ کندن و کاہ برآوردن

تمت بالخیر

نشتر یاس[۱] پر اساتذۂ لکھنؤ کی رائیں

(بہ حساب حروف تہجی)

حضرت اوجؔ مدظلہ خلف ارشد حضرت دبیرؔ اعلی اللہ مقامہ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ شانہ اللھم صل علی محمد وآلہ الطاہرین۔

طائر فکر کی بلند پروازی۔ قوۃ متخیلہ کی سخن سازی ہر وہبی شاعر میں پائی جاسکتی ہے۔ مگر جن باریکیوں اور نزاکتوں کو عام لوگ دقیق اور پیچیدہ طریق سے ادا کرتے ہیں خاص اہل زبان انھیں خیالات کو اپنے روزمرہ میں نہایت صفائی سے باندھ دیتے ہیں پیش پا افتادہ مضامین کو اگر اور لوگ محض سادہ و سست لفظوں میں لاتے ہیں تو اہل زبان انھیں باتوں کو پاکیزہ اور نرالے انداز سے ادا کرتے ہیں۔ انھیں محاورات کی برجستگی۔ تازگی۔ شوخی اور صرف بامحل کی وجہ سے اہل زبان کو غیر اہل زبان پر شرف امتیاز حاصل ہے۔ ان باتوں کو پیش نظر رکھکر میں کہتا ہوں کہ عزیز با تمیز مرزا واجد حسین صاحب سلمہ اللہ الواہب متخلص بہ یاسؔ محاورات اردو پر پوری مہارت رکھتے ہیں دو مصرعوں میں مطالب کثیر کو بمحاورت محاورت اردو اس حسن سے ادا کرتے ہیں جو اہل زبان قادر الکلام کا حق ہے۔ شستہ رفتہ زبان میں نزاکت معنوی پیدا کرنا تخیل میں تازگی و جدت سے کام لینا حشو و زوائد سے بچنا اور انکی جگہ معنی خیز ٹکڑے رکھنا اور ان سب باتوں کے ساتھ ابتذال و تعقیب و تعقید سے محفوظ رہنا یہی وہ جوہر ہیں جنکی وجہ سے عزیز موصوف کا کلام لکھنؤ میں ایک خاص درجہ پر ممتاز ہے۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ مرزا یاسؔ سلمہ نے جناب خواجہ آتشؔ مغفور کے رنگ تغزل کو بہت تازہ کیا ہے۔ انکے کلام میں بھی وہی عبرت خیز نشاط انگیز حسرت آمیز مضامین ہیں۔ وہی سوز و گداز وہی حسن تخیل وہی طرز بیان وہی بانکپن وہی آمد ہے حق یہ ہے کہ انکے اشعار میں آتش مغفور کا سوز و ساز

[۱] نشتر یاس (قیمت ۸؍) اس پتہ سے طلب کیجیے۔ (مرزا واجد حسین صاحب یاس لکھنؤ جھوائی ٹولہ)

پایا جاتا ہی۔ عزیز موصوف شرفاے عظیم آباد سے ہین اور ہمارے خاندان مین ہمارے پیر بھائی
جناب شاد صاحب عظیم آبادی سے تلمذ رکھتے ہین۔ اب اک عرصہ سے لکھنؤ مین مقیم ہین حق
سبحانہ وتعالے انھین خوش رکھے اور انکی عمر مین برکت دے فقط۔ محمد جعفر اوج عفی عنہ

جناب نواب انجم صاحب مدظلہ یادگار امیر مرحوم

عالیجناب مرزا واجد حسین صاحب یاس دام مکارمہم کا کلام جلالت تخیل لطف زبان اور
تمام شاعرانہ خوبیون کے اعتبار سے حضرت آتش کے کلام سے بالکل ملتا ہی۔ بیشک اس رنگ کو
خوب فرماتے ہین ایسے برجستہ مصرع لگانے والے بہت کم دیکھے لکھنؤ مین انکا دم غنیمت ہی
سید بہادر حسین خان انجم لکھنوی

حضرت جاوید مدظلہ خلف حضرت امید مرحوم

مین نے کلام بلاغت نظام جناب مرزا واجد حسین صاحب یاس کو دیکھا اور سُنا۔ فی الواقع
جناب موصوف کا کلام حضرت آتش کے کلام سے اسقدر ملتا ہے کہ تختۂ قرطاس سے
عشق ومحبت کے شرر اڑتے ہوئے نظر آتے ہین۔ بیشک اس رنگ کو خوب فرماتے ہین
ایک ایک نقطہ روکش مہر تابان ہے اور ایک ایک حرف برق معانی کی جلوہ گاہ اجتہادی
واستنباطی خوبیان۔ آتش بیانی وزباندانی کے کرشمے جو جان شاعری سمجھے جاتے ہین
آپ کے کلام مین بکثرت موجود ہین۔ سید محمد کاظم جاوید بقلمہ

حضرت رشید مدظلہ العالی نبیرہ میر انیس علی اللہ مقامہ

سبحان اللہ۔ کیا کہنا ہی۔ جناب مرزا واجد حسین صاحب یاس دام مجدہم کا کلام جناب
آتش مرحوم سے بہت ملتا ہی۔ بیشک اس رنگ کو خوب فرماتے ہین۔
ہیچمدان رشید عفی عنہ

حضرت عارف مدظلہ نبیرہ میر نفیس مرحوم

دنیا کے باغ مین یون تو طرح طرح کے پھول کھلا ہی کرتے ہین اور ایک وقت تک کھلتے رہین گے

لیکن نوع انسانی کے باغ مین پیدا کرنے والی قوت جب کوئی نیا پھول کھلاتی ہی اور وہ پھول مشیت و قدرت کی معتدل آب وہواسے نشو نما پاکر ایک نہ ایک کمال کی نکہت دیتا ہوا پھلے پھول اپنے اصلی رنگ کی جھلک دکھاتا ہے اور اُسپر سیر کرنے والون کی نظر جا پڑتی ہے تو اس سے پہلے کہ اُسکے اثرات - کیفیات - خواص - افعال معلوم ہون بیساختہ درود پڑھنے لگتے ہین - کوئی سبحان اللہ سبحان اللہ کہکے وجد کرتا ہے کوئی فتبارک اللہ احسن الخالقین کا دم بھرتا ہے - ایسا کیونکر نہو ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

خلاصہ مرام اور حاصل کلام یہ ہی کہ میرے شفیق و دوست صاحب فضل و کمال شاعر نازک خیال جناب مرزا واجد حسین صاحب یاس زادت افضالھم و کمالاتھم کا کلام فصاحت و بلاغت نظام نظر قاصر سے گزرا اور بعض مقامات سے دیکھکر مین نے پسند کیا اور بلا رو رعایت تحسین کی - درحقیقت اساتذہ کی تخئیل و زبان کا صحیح نمونہ ہی لیکن بہ نسبت اور اساتذہ کے حضرت آتش کے کلام کی گرماگرمی زیادہ پائی جاتی ہے کیونکہ جناب یاس نے تقلید بھی جناب خواجہ صاحب ہی کی اختیار کی ہے -

یقین واثق ہی کہ ارباب کمال نشتر یاس ؔ کو بنظر قدر ملاحظہ فرمائین گے اور تحسین و آفرین کے بیش بہا خلعت دیکر مصنف ممدوح کا دل بڑھائینگے اس لیے کہ ہر کمال کی ترقی قدر شناسون کی توجہ پر منحصر ہے -

علی محمد عارف عفی عنہ

حضرت فصاحت مدظلہ

ہین ہند مین جس قدر سخنور — اور قدر شناس اہل جوہر
واقف ہین درس سے اور ماہر — مخفی نہین امر ہے یہ ظاہر
مرزا واجد حسین صاحب — ہے عقل و راے اُنکی صائب
سب ہین آگہ نہین یہ مستور — ہی یاس تخلص ان کا مشہور
مین نے بھی کلام ان کا دیکھا — کیا خوب ہے لطف شاعری کا

غزلین ہین وہ عاشقانہ ان کی
کس حسن سے نظم ہین غزل مین
ہر بیت مین آبداری ایسی
مضمون مین نازکی بھری ہے
دیکھین سب اہل فہم و ادراک
انصاف کی وجہ سے بہ عجلت

آتش ہوتے تو داد دیتی
اُردو کے محاورے مثالین
گویا کہ لڑی ہے موتیون کی
یا شیشہ مین جلوہ گر پری ہے
اشعار مین نقص و عیب سے پاک
یہ لکھدیے شعرائے فصاحت

سید عباس حسن فصاحت

از اودھ اخبار مورخہ ۲۳ اپریل سنہ ۱۹۱۳ء

نشتر یاس کے مصنف سخنور باکمال مرزا واجد حسین صاحب یاس عظیم آبادی ہین ابتدا مین آپ جناب شاد اور جناب بیتاب عظیم آبادی سے مشورہ سخن لیتے رہے اور جب بوجوہ لکھنؤ مین قیام پذیر ہوئے تو جناب رشید لکھنوی سے تلمذ حاصل کیا۔
ہر چند جناب یاس کا یہ مختصر مجموعہ کلام بحیثیت دیوان نہین ہے لیکن نشتر یاس (حصہ اول) سے جناب یاس کا زور طبیعت و معانی آفرینی بدرجہ اتم ثابت ہوتی ہے۔ دردمندانہ جذبات مین نازکخیالیون کی جھلک دکھانا اور عاشقانہ مضامین مین سوز و گداز کی سچی تصویر اُتارنا سہل کام نہین ہے مگر جناب یاس کا ہر شعر ایک نشتر ہے جو خونابہ جگر مین ڈوبکر نکلا ہے اور وہ ہر نقاد سخن کے دل کو تڑپا دینے والا ہے۔ اور آپکے کلام مین یہ اثر کیون نہ ہو آپ مذکورہ بالا اساتذہ کے سوا خواجہ آتش لکھنوی کے رنگ طبیعت کے مقلد ہین یہی وجہ ہے کہ آپکے کلام کی گرمی دلگداز ہے۔ لکھنؤ کے بعض نامور شعرا نے نشتر یاس کو ٹکسالی کلام کہا ہے۔ نشتر یاس نے ایشیائی شاعری کو رونق تازہ دی ہے۔ ارباب سخن نشتر یاس کے ملاحظہ سے بخوبی محظوظ ہونگے۔ ذیل کے پتہ سے نشتر یاس حاصل ہو سکتا ہے۔ مرزا واجد حسین یاس عظیم آبادی ساکن حال لکھنؤ جھوائی ٹولہ۔ قیمت ۹ /

المشتہر

نظیر مرزا لکھنوی

تحفہ

معزز ناظرین۔ یہ رسالہ اِس قابل نہین کہ اہل علم ملاحظہ فرمائین فقط لکھنؤ کے حسد شعار مسلمان دوستون کی خدمت مین ہدایت وضیافت طبع کی غرض سے بطور تحفہ پیش کیا جاتا ہے۔ فقط اُن حضرات کے لیے جنھون نے حق تلفی وخود پسندی بیجا کو اپنا شعار بنا رکھا ہی۔ اور آتش مغفور کے کمال سے ناواقف ہین۔ غالب مغفور کے متعلق جو کچھ مین نے لکھا ہے وہ بجا اور بانتا لکھا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اکثر حضرات کو میری طرز تحریر ناگوار خاطر ہوگی مگر کتمان حق کرنا اخلاقی کمزوری ہے۔ میر و آتش کی حد کمال تک غالب کی پہونچ ہو ہی نہین سکتی واللہ۔ یہ مانا کہ غالب کی استعداد علمی ان حضرات سے زیادہ تھی مگر اس سے یہ نہین لازم آتا کہ ہر صاحب استعداد اعلیٰ درجہ کا شاعر بھی بن جائے۔ میر انیس مغفور کوئی بہت بڑے علامہ نہ تھے مگر مبدء فیاض نے وہ شاعرانہ جوہر عطا کیے تھے جو دنیا مین کسی اور کو نہ ملے۔ اِسی طرح تغزل کے لیے جس دل جس دماغ جس مذاق صحیح کی ضرورت ہے وہ میر و آتش سے بہتر کسی اور کو نصیب نہ ہوا۔ غالب کے متعلق مین نے حقاً و بجا نا لکھا ہی مگر دل جلا کر کہا ہے کہ میرے غالب پرست احباب ذرا یاد رکھین اور خدا توفیق دے کہ ٹھنڈے دل سے غور کرین۔ اس کتاب کی اشاعت سے جو بوچھارین مجھپر ہونگی وہ مین بھی سمجھتا ہون مگر نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کے لیے آمادہ ہون۔

عروض وقوافی پر جہان تک ہوسکا فن عروض کی کتابون سے فائدہ اُٹھا کر صاف صاف اپنی زبان مین لکھ دیا ہے اور خدا کی ذات سے اُمید ہو کہ میرے حسد شعار احباب کا نشہ جہالت ہرن ہو جائے گا۔ مگر ایسا احمق نہین ہون کہ تمام کتاب کو غلطیون سے پاک وصاف سمجھون۔ مین اک مرد جاہل ہون بلکہ اجہل۔ مجھ سے لغزشین ہونا جائے عجب نہین بلکہ نہ ہونا جائے عجب ہی۔ امید ہو کہ ناظرین مجھے معاف فرمائینگے والسلام مع الاکرام

راقم آپکا خادم
زبردست نہ زیردست
یاس آتش پرست